ادب کا تکنیکی تناظر: منتخب اردو مزاحیہ نثر میں تکنیکی صورتیں

مقالہ برائے ایم۔فل (اردو)

مقالہ نگار:

مسّرت نسیم

فیکلٹی آف لینگویجز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

جنوری ۲۰۲۵ء

ادب کا تکنیکی تناظر: منتخب اردو مزاحیہ نثر میں تکنیکی صورتیں

مقالہ نگار:

مسّرت نسیم

یہ مقالہ

ایم۔ فل (اردو)

کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے لیے پیش کیا گیا

فیکلٹی آف لینگویجز

(اردو زبان وادب)

فیکلٹی آف لینگویجز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

جنوری ۲۰۲۵ء

مقالے کے دفاع اور منظوری کا فارم

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالے کے دفاع کو جانچا ہے، وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف لینگویجز کو اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالے کا عنوان: ادب کا تکنیکی تناظر: منتخب اردو مزاحیہ نثر میں تکنیکی صورتیں

پیش کار: مسّرت نسیم

رجسٹریشن نمبر: 46 /MPhil/Urd/S22

ماسٹر آف فلاسفی

(اردو زبان و ادب)

ڈاکٹر ابو بکر راٹھور: ____________

نگران مقالہ

پروفیسر ڈاکٹر جمیل اصغر جامی: ____________

ڈین فیکلٹی آف لینگویجز

تاریخ:____________

اقرار نامہ

میں، مسّرت نسیم حلفیہ بیان کرتی ہوں کہ اس مقالے میں پیش کیا گیا کام میرا ذاتی ہے اور نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد کے ایم۔فل (اردو) سکالر کی حیثیت سے ڈاکٹر ابو بکر راٹھور کی نگرانی میں مکمل کیا ہے۔میں نے یہ کام کسی اور یونیورسٹی یا ادارے میں ڈگری کے حصول کے لیے پیش نہیں کیا ہے اور نہ آئندہ کروں گی۔

____

مسّرت نسیم

مقالہ نگار

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

مئی ۲۰۲۵ء

فہرستِ ابواب

صفحہ نمبر	عنوان
iii	مقالے کے دفاع اور منظوری کا فارم
iv	اقرار نامہ
v	فہرست ابواب
vi	Abstract
v	اظہارِ تشکر
۱	باب اول موضوع کا تعارف اور بنیادی مباحث
۱	الف: تمہید
۱	۱۔ موضوع کا تعارف
۱	۲۔ بیانِ مسئلہ
۲	۳۔ مقاصد تحقیق
۲	۴۔ تحقیقی سوالات
۲	۵۔ نظری دائرہ کار
۴	۶۔ تحقیقی طریقہ کار
۴	۷۔ مجوزہ موضوع پر ما قبل تحقیق
۵	۸۔ تحدید
۵	۹۔ پس منظری مطالعہ
۶	۱۰۔ تحقیق کی اہمیت
۶	ب۔ مزاح کی تعریف و اقسام
۱۶	۱۔ خالص مزاح
۱۸	۲۔ سیاہ مزاح

۳۔ بیانیہ مزاح	۲۱
۴۔ بے معنی مزاح	۲۳
حوالہ جات	۲۵
باب دوم: منتخب مزاح نگاروں کی تحریروں میں واقعاتی اور کرداری مزاح کی تکنیک	۲۷
ا۔ مزاحیہ کردار	۲۹
۲۔ مزاحیہ خاکہ	۳۷
۳۔ مزاحیہ صورتِ واقعہ	۴۹
۴۔ تقلیبِ خندہ آوری	۵۶
۵۔ پیروڈی / تحریف	۵۸
حوالہ جات	۶۲
باب سوم: منتخب مزاح نگاروں کی تحریروں میں زبان کی سطح پر استعمال ہونے والی تکنیک	۶۵
ا۔ رعایت لفظی	۶۸
۲۔ موازنہ وتضاد	۷۱
۳۔ لطیفہ گوئی	۷۴
۴۔ تشبیہ واستعارہ	۷۵
۵۔ رمز / کم بیانی	۷۹
۶۔ علامت	۸۱
حوالہ جات	۸۶
باب چہارم: مجموعی جائزہ، نتائج، سفارشات	۸۹
مجموعی جائزہ	۸۹
نتائج	۹۴
سفارشات	۹۴

کتابیات ۹۵

ABSTRACT

Title: Technical Perspective of Literature: Technical Forms in Selected Urdu Humorous Prose

This research provides a detailed analysis of the technical aspects of humour in selected Urdu humorous prose, focusing on the writings of Gul-e-Naukhaiz Akhtar and Iqrar Hussain Sheikh. Humour in literature is not just about creating laughter; it is a serious art form that can heal, reform, and provoke thought. Through humour, writers offer relief from social pressures, address complex issues, and subtly encourage positive change. The study explores how these selected humourists skilfully use literary techniques such as character humour, situational comedy, parody, wordplay, puns, irony, metaphors, and symbolic expressions to craft effective humour. It also categorizes humour into pure humour, narrative humour, dark humour, and nonsensical humour, providing a technical breakdown of each type and its role in engaging the reader. The research methodology is based on content analysis, focusing on how humour is intentionally structured within the text to convey deeper meanings. The selected works not only provide laughter but also serve as tools for social critique and intellectual development. Humour is shown as a powerful literary device that can reduce mental stress, promote critical thinking, and strengthen cultural values. This research fills a significant gap in Urdu literary studies by offering a technical perspective on humour, an area that has been largely ignored in previous research. It demonstrates that humour, when carefully crafted, becomes more than entertainment—it becomes a meaningful way to understand society, human psychology, and the complexities of life.

اظہارِ تشکر

اللہ سبحان و تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر، جس کے کرم کی بدولت آج ایک اور سنگ میل طے ہوا. میرا ایم فل اردو اپنی تکمیل کے آخری مراحل میں پہنچ گیا ہے الحمدللہ رب العالمین! جس نے مجھے علم سیکھنے کے قابل بنایا۔

اردو مزاحیہ نثر میں تیکنیکی صورتوں کا مطالعہ کے سلسلے میں جب تحقیقی کام کا آغاز کیا تو ابتدا میں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا کیوں کہ طنز و مزاح کے لحاظ سے خصوصاً مزاحیہ نثر کے حوالے سے مواد بہت کم تحریر کیا گیا ہے اس مقصد کے لئے مواد کی جمع آوری کافی صبر آزما کام تھا لیکن اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل و کرم سے یہ مرحلہ بھی کامیابی سے طے ہوا۔

اس صبر آزما کام میں اپنے نگران محترم ڈاکٹر ابو بکر صدیق کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے ہر طرح سے میری رہنمائی کی۔ ان کی ملنسار، شفیق اور ہنس مکھ شخصیت کی بدولت میرے اندر کام کرنے کی لگن اور حوصلہ پیدا ہوا۔ اس موقع پر اپنے تمام اساتذہ کرام اور بلخصوص ڈاکٹر نعیم مظہر صاحب کی مشکور ہوں جنہوں نے واٹس ایپ گروپ "ساقی اربابِ ذوق" سے متعارف کروایا، جہاں سے مطلوبہ کتب پی ڈی ایف کی صورت میں دیر سویر سے مل جاتیں۔ الحمد اللہ

معلم و متعلم کے فرائض و ذمہ داریوں کے ساتھ گھریلو مصروفیات بھی ساتھ ساتھ ہیں ایسے میں اپنے شوہر اور بھائی کی ممنون ہوں جنہوں نے میرے حوصلے اور جنون کو برقرار رکھا اور قدم قدم پر مدد اور راہنمائی کی۔ عظیم بہنوں اور پیارے کمسن بیٹے محمد ابراہیم کی بے لوث محبتوں اور تعاون کے بغیر میرے لئے ان تمام مراحل کو پار کرنا بہت دشوار تھا۔

اللہ سبحان و تعالیٰ ان سب کو علم کے مدارج کے ساتھ ساتھ دنیا اور آخرت کی کامیابیاں عطا کرے۔ آمین

مسرت نسیم

ایم فل اردو

باب اوّل:

موضوع کا تعارف اور بنیادی مباحث

الف۔ تمہید

۱۔ موضوع کا تعارف

مزاحیہ نثر صرف تبسم ہی نہیں بلکہ غور و فکر کی بھی دعوت دیتی ہے یعنی انسان کی منفی و مثبت سوچ ہی خوشحالی و ترقی کی ضامن ہوتی ہے یوں ادبی حقائق انفرادی خواہشات کی پیداوار نہیں بلکہ بیرونی عوامل، منفی و مثبت سوچ، ہنسی مزاح وغیرہ کے اثرات کا عکس ہوتے ہیں اور مزاح ایک بہترین ہتھیار ہی نہیں بلکہ سیڑھی ہے ۔جس سے ایک مضبوط اخلاقی عمارت کی تعمیر کی جا سکتی ہے ، انسان مزاحیہ نثر سے اپنی پریشانی، ذہنی دباؤ اور ڈپریشن بآسانی دور کر سکتا ہے اس میں کوئی شک نہیں کچھ ہمارے مزاح نگاروں نے ہنستے مسکراتے اصلاحی علم کو بلند کر رکھا ہوا ہے۔ مزاح انسان کی ظاہری و باطنی نکھار کا نام ہے مزاحیہ تحریر مسکراہٹ اور مثبت سوچوں کی لہروں میں کمی نہیں آنے دیتی یوں مزاحیہ نثر قاری کو اکیلے ہی مسکرانے پر مجبور کر دیتی ہے

اس طرح ادبی تکنیک نے اُردو نثر کو رنگ وڈھنگ بخشا ہے اور

کمالِ ہنر کہ مزاحیہ نثر میں منتخب مزاح نگاروں نے بذریعہِ تکنیک مزاح کو پیش کیا ہے اس موضوعِ مقالہ کے تحت معاصر منتخب مزاح نگار (گلِ نوخیز اختر اور اقرار حسین شیخ) کی مزاحیہ نثر کا جائزہ لیا گیا ہے جو تکنیکی صورتوں کے ساتھ مزین کی گئی ہے اور معاصر منتخب مزاح نگاروں کے حوالے سے ان کی مزاحیہ نثر میں تکنیکی صورتوں کی پرکھ ہی تحقیق کا موضوع ہے۔

۲۔ بیانِ مسئلہ

کرہ ارض میں رہنے والا انسان عالمی سطح پر ہر طرح کے اثرات قبول کرتا ہے اور سنجیدہ موضوعات کی وجہ سے اردو ادب کے اندر مزاح کا عنصر کم ہے۔ فنِ نثر کی مزاحیہ صورتوں سے متعارف ہونے کی اشد ضرورت ہے اس صلاحیت کو منتخب مزاح نگاروں نے احسن انداز میں پیش کیا ہے لہذا اردو میں مُنتخب مزاح نگاروں کی مزاحیہ نثر کا تکنیکی مطالعہ کرنا بیان مسئلہ ہے ماقبل موجودہ تحقیق اس نوعیت کا کسی درجہ یا کسی قسم کا تحقیقی و تنقیدی کام عمل میں نہیں لایا گیا یہی تحقیق کی وجہ ہے

۔مجوزہ موضوع کی اہمیت مجبور کرتی ہے کہ ایم فل کی سطح پر مزاح پر مشتمل نثر میں تکنیکی صورتوں سے متعلق تحقیقی کام کیا گیا ہے۔

۳۔ مقاصد تحقیق

میری تحقیق کے دوران درج ذیل مقاصد پیش نظر ہیں۔

ا۔ کرداری اور واقعاتی تکنیک کے ذریعے مزاح کی مختلف تکنیک کو پرکھنا۔

۲ ۔ اسلوبیاتی تکنیک سے مزاح کی صورتوں کا تجزیہ کرنا۔

۳۔ مصنفین کی تحریروں میں تکنیکوں کے استعمال کے اثرات کا جائزہ لینا۔

۴۔ تحقیقی سوالات

تحقیق کے دوران درج ذیل سوالات سامنے رکھے گئے۔

ا۔ مُنتخب مزاح نگاروں نے واقعاتی اور کرداری مزاح نگاری کے لیے کون سی تکنیکیں استعمال کی ہیں؟

۲۔ منتخب معاصر مزاح نگاروں کے ہاں زبان کی سطح پر استعمال ہونے والی تکنیکیں کون کون سی ہیں؟

۳۔ منتخب معاصر مزاح نگاروں کی تحریروں میں استعمال ہونے والی تکنیکوں کے اثرات کیا ہیں؟

۵ ۔ نظری دائرہ کار

مجوزہ تحقیقی کام منتخب معاصر مزاحیہ نثر سے متعلق ہے کہ منتخب مزاح نگاروں نے مزاح کی تخلیق اور پیشکش میں کون سی تکنیک استعمال کی ہیں ؟یعنی تحقیقی منصوبہ کے تحت مزاحیہ صورتِ واقعہ میں مزاح نگار نہایت باریک بینی اور گہرائی کے ساتھ مشاہدہ کرتے ہوئے ان معمولی واقعات کو انتہائی فنکاری اور دانائی کے ساتھ قاری کے سامنے پیش کرتا ہے ان واقعات کی ترتیب وترکیب جس قدر فطری ہوتی ہے اس قدر پر لطف اور متاثر کن ہوتی ہے۔ادب میں تخلیق کاروں نے کسی بھی صنفِ نثر کے لیے مختلف تکنیک برتی ہیں تکنیک کے استعمال سے خیال کی پیشکش کو مزید بہتر بنایا جاسکتا ہے منتخب معاصر مزاح نگاروں کی نثر میں بھی اظہار خیال کے لیے کئی مزاحیہ تکنیک استعمال کی گئی ہیں۔ جیسا کہ

مزاحیہ کردار: مزاح کا ایک کامیاب حربہ مزاحیہ کردار ہے یہ مزاحیہ کردار اکثر دیکھا گیا ہے غیر لچکدار حرکات اور عادات وسکنات کے مالک ہوتے ہیں جن سے ہنسی وظرافت کی چنگاریاں اڑتی ہیں اکثر و بیشتر مزاح نگار یہ کردار خود تخیل کرتا ہے۔

مزاح نگار اقرر حسین شیخ نے اپنی کتاب "عقل بڑی کہ بیوی" میں مزاحیہ کردار؛ڈوڈھ سو، جنت، چمپو بھائی، مرزا صاحب جیسے مزاحیہ کردار پیش کیے ہیں۔ مزاح نگار گل نوخیز اختر نے اپنی کتاب "نسخہ ھائے مزاح" میں مزاحیہ کردار چودھری صاحب، شکیلہ، نیاز ڈرائیور، باباجی، نودولتی جیسے کردار پیش کیے ہیں۔

مزاحیہ خاکہ: مزاحیہ خاکہ ایک کامیاب ہتھیار ہے جس میں مزاح نگار ایک شخص کی شخصیت کا ایسا نقشہ کھینچتا ہے کہ مزاحیہ مُطالَعَہ کُنِندَگان حِظ و لطف اٹھائے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتا۔ خاص طور پر جس کا خاکہ رقم کیا جارہا ہے اس کے حلیے کو الفاظ وبیان کی لڑی میں اس طرح پرونا کہ کسی خوبصورت نظم کا سماں بند جائے۔

مزاح نگار اقرر حسین شیخ نے اپنی کتاب "مجھے اسلام آباد سے بچاؤ" میں ادب برائے واردات کے عنوان میں علمی شخصیت کا خاکہ پیش کیا ہے۔ مزاح نگار گل نوخیز اختر نے اپنی کتاب "شرارتی" میں چوہدری صاحب کے عنوان میں عمدہ خاکہ پیش کیا ہے۔

تقلیبِ خندہ آوری: کسی ادبی مواد کی لفظوں کی شکل میں نقالی یا تبدیلی جو صرف مزاح تخلیق کرنے کی غرض سے کی جاتی ہے، صرف ہنسی ومذاق کو پیدا کرنے کے لیے کسی ادیب کے معمولی طریقے یا یوں سمجھیے کسی جماعت کی خصوصی روش، ڈھنگ، طرز کو نقال کرنا تقلیب خندہ آوری کہلاتا ہے۔

مزاح نگار اقرر حسین شیخ نے اپنی کتاب "مجھے اسلام آباد سے بچاؤ" میں کتا شوق، کے عنوان سے تقلیب خندہ آوری کا استعمال کیا ہے، مزاح نگار گل نوخیز اختر نے اپنی کتاب "شرارتی" مخبوط الحواس کالم، کے عنوان سے تقلیب خندہ آوری کی تکنیک پیش کی ہے۔

یوں تحقیقی مطالعہ سے منتخب مزاح نگاروں کی صلاحیت کو پرکھا، جانچا گیا ہے (بحوالہ " اردو کی تنقیدی کتاب ازڈاکٹروزیر آغا،"کتاب : تنقیدی جائزہ از ڈاکٹر خواجہ عبدالغفور،"تنقیدی کتاب ازڈاکٹر اشفاق احمد) کہ مزاح نگار نے نثر کے اندر مزاحیہ تکنیکی تناظر میں مزاح کو کس طرح لیا ہے۔؟ یہ منتخب مزاح نگار مختلف ادبی ذرائع کے اندر مقبول شخصیت کے حامل ہیں مگر اُردو ادب میں ان پر تحقیق سامنے نہیں آئی۔

۶۔ تحقیقی طریق کار

موضوع کی تحقیق کے لیے مطالعے کے مرحلے میں تاریخی و دستاویزی طریقہ تحقیق اپنایا گیا ہے۔اس تحقیقی کام کے پیش نظر موجود مواد کی جمع آوری، تجزیہ اوراس کی روشنی میں نتائج اخذ کئے کیے گئے ہیں۔

اس تحقیق میں تجزیاتی طریق(Content Analysis Method) اختیار کیا گیاہے۔(جس میں مواد کے اجزاء یعنی Content کو جمع کر کے تجزیہ کیا گیا ہے مجوزہ تحقیقی Contents کی تحدید میں مزاحیہ نثر پر مشتمل کتب شامل ہیں جن کو موضوع کے مطابق تمام تر نکات جو مزاحیہ طور موئثر، منفرد اور اہم سوچ کے حامل ہیں، جزئیات کے ساتھ پیش کیا گیاہے۔اس طرح سے تجویز شدہ موضوع کے تحت تحقیقی و تنقیدی مطالعہ اور تمام تر مواد سے نتائج اخذ کر کے موثر نتیجے پر پہنچیں ہیں۔اس طریقہ کار کے تحت تجزیاتی خیال یہ ثابت کرتا ہے کہ اس موادی مطالعہ میں کیا کچھ ہے یوں طریقہ کار نہیں واضح کرتا کہ تحریر کرنے والے یا اس کو پڑھنے والے (قاری) کے ذہن میں کیا تھا۔بلکہ اس سے صرف نتائج اخذ کیے گئے ہیں۔(تجزیہ متن کا نمونہ خاکے کے آخر میں پیش کیا گیاہے۔)

اس تحقیق کی بنت موضوع سے متعلق بنیادی مآخذات پر رکھی گئی ہے۔بنیادی مآخذ تک رسائی کے لیے کتب خانے جس میں مختلف جامعات مثلاً نمل، علامہ اقبال یونیورسٹی، نیشنل لائبریری، میونسپل لائبریری اور ان کے علاوہ پبلشرز جن میں سنگِ میل پبلشر، اکادمی ادبیات، مقتدرہ قومی زبان اور نیشنل بک فاؤنڈیشن جیسے تعلیمی ادارے شامل ہیں۔یہی نہیں بلکہ ثانوی مآخذ کے ساتھ ساتھ اخبارات، رسائل اور مقالہ جات کو بھی مدنظر رکھا گیا ہے۔اہم ویب گاہوں سے بھی بھرپور فائدہ اٹھایا گیاہے نیز آن لائن کتب مہیا کرنے والے گروپ "ساقی اربابِ ذوق" کے علاوہ ریختہ لائبریری پر دستیاب مواد سے استفادہ کرنا تحقیق کار کا حصہ رہاہے۔نیز رہنمائی حاصل کرنے کے لیے مزاح نگاروں سے مباحث اور ان کی قیمتی آراء بھی شامل تحقیق ہیں۔

۷۔ مجوزہ موضوع پر ماقبل تحقیق

منتخب مزاح نگاروں کا شمار اردو ادب کے نمایاں لکھنے والوں میں کیا جاتا ہے۔ان کے فن، صلاحیت و فکر اور ادبی خدمات و سرگرمیوں کے لحاظ سے ان کی مزاحیہ نثر پر نامور و مقبول اہلِ دانش وروں کے تبصرے تو ملتے ہیں۔ مگر اس تحقیقی موضوع پر ابھی تک کوئی تحقیقی کام نہیں ہوا۔یوں اس تحقیقی خاکہ سے قبل رسمی و غیر رسمی کسی بھی

سطح کا تحقیقی و تنقیدی کام نہیں کیا گیا ہے۔ جس کی فہرست پیش تر تحقیق میں شامل کی جاتی۔ مجوزہ موضوع جس میں معروف منتخب مزاح نگاروں کی منتخب مزاحیہ نثر کا تکنیکی احاطہ کیا گیا ہے۔

۸۔ تحدید

مجوزہ تحقیق مزاح نگار: گلِ نوخیز اختر اور اقرار حسین شیخ کی منتخب مزاحیہ نثر کے مطالعے پر مشتمل ہے اس میں ان کی کتب شرارتی، نسخہ ہائے مزاح (گلِ نوخیز اختر) اور عقل بڑی کہ بیوی، مجھے اسلام آباد سے بچاؤ (اقرار حسین شیخ) تحقیق کے دائرے میں شامل ہیں ۔ مزاح نگاروں کی مذکورہ کتب کے علاوہ ازیں ان کی دیگر ادبی خدمات تحقیق کی حدود میں شامل نہیں کی گئی ہیں۔

۹۔ پس منظری مطالعہ

پس منظری مطالعہ کے طور پر مزاح نگاروں کی منتخب نثر سے استفادہ کیا گیا ہے۔ نیز تحقیقی مقالہ جات جیسے

- اردو طنز و مزاح کی روایت میں مرزا فرحت اللہ بیگ کا حصہ از اسریٰ فاطمہ شعبہ اردو، یشونت کالج، انڈیا، ۲۰۰۸ (پی ایچ ڈی)
- طنز و مزاح کے ارتقا میں مشتاق احمد یوسفی کی خدمات از ارشد احمد، شعبہ اُردو جموں یونیورسٹی جموں توی، ۲۰۱۸ (پی ایچ ڈی)
- اردو کے منتخب مزاح نگاروں کے سفر ناموں کا تجزیہ از ضامن علی حسرت، شعبہ اردو یونیورسٹی، حیدر آباد، ۲۰۱۱ (ایم فل)
- اقرار حسین شیخ کی مزاحیہ خاکہ نگاری کا تنقیدی مطالعہ از یاسمین زہرا، شعبہ اُردو سدرن یونیورسٹی، ۲۰۰۱ء (ایم فل)

مضامین

بیسویں صدی میں طنز و مزاح، مدیر علی جاوید، اقدار، سہ ماہی کتابی سلسلہ، دہلی، ۲۰۰۱ء

کتب

- توصیف تبسم، ڈاکٹر؛ خاکہ نگاری اور اقرار حسین شیخ، دی بکس لائبریری ڈویلپر راولپنڈی، ۲۰۰۸

- راؤف پاریکھ، ڈاکٹر، اردو نثر میں مزاح نگاری کا سیاسی اور سماجی پس منظر، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، ۲۰۱۲
- اشفاق احمد، ڈاکٹر، اردو نثر میں طنز و مزاح، کتاب سرائے پبلشرز لاہور، ۲۰۱۴
- وزیر آغا، ڈاکٹر، اردو ادب میں طنز و مزاح، مکتب عالیہ، چھٹا ایڈیشن ۱۹۹۳

اس کے علاوہ منتخب مزاح نگاروں پر لکھے گئے تبصروں اور تجزیوں کو بھی تحقیق کا حصہ بنایا گیا ہے۔

۱۰۔ تحقیق کی اہمیت

منتخب مزاحیہ نثر کا تکنیکی مطالعہ ایک منفرد تحقیق ہے۔ اس سے پہلے اس مجوزہ مقالہ سے قبل کسی بھی نوعیت کی غرض سے تحقیق عمل میں نہیں لائی گئی یوں تو پاکستان کے نشیب و فراز، معاشرتی اخلاقیات، یا ثقافت، تہذیب سے متعلق بہت سی کتب مل جاتی ہیں یعنی ثقافتی اقدار کا اتار چڑھاؤ اور آئے روز رخ بدلتے ہوئے سنگین حالت و اہم واقعات دہشت گردی، کرونا وائرس، سیاسی اور معاشی تنگی نے معاشرے کو کس طرح متاثر کیا اور اس کے تحت قدریں کس طرح تبدیل ہوئیں یا ہو رہی ہیں ۔ان سے متعلق جائزہ و تجزیہ پر احسن تحاریر موجود ہونے کے علاوہ ان پر دن دگنی رات چگنی جانچ پڑتال ہو رہی ہے اور مزاحیہ نثر تو فنِ آفاقیت ہے۔ مزاح سے ہر قاری کی اُنسیت ضروری ہے اور یہ جاننا دلچسپ ہے کہ مزاح نگاروں نے مزاح کو جوں کا توں پیش کیا ہے یا مزاحیہ تکنیک کو بھی مدِ نظر رکھا ہے یوں بذریعہ تحقیق ہی عمدہ مزاح کی حِس و تکنیکوں کو عیاں کیا گیا ہے۔

ب۔ مزاح کی تعریف اور اقسام

انسانی زندگی مختلف کیفیات اور جذبات سے مزّین ہے اور اس عالمِ، کلِ کائنات میں اشرف المخلوقات ہونے کے ناطے ہماری خوش نصیبی ہے کہ قدرت نے ہم انسانوں کو ایک لاجواب صلاحیت سے متعارف کروایا ہے۔ جس سے فائدہ اٹھا کر انسان کا اپنے وکود کے اندر و باہر موجود خوفناک لمحوں، سنجیدہ و تلخ رویوں اور زندگی کی صبر آزما کشمکش کو ہنس کر گزر سکتا ہے اور یوں صرف تبسم سے کام نہیں لیتا بلکہ قہقہ لگا کر اپنے اس دیوانہ وار پیش قدمی میں متعدل چال پیدا کر سکتا ہے جو زندگی کی طغیانی و طوفان سے باہم مربوط ہے تو بس واقعی مزاح ایک آرٹ ہے۔ یہ نہ صرف لوگوں کو خوش کرنے کا ایک طریقہ ہے، بلکہ ایک موثر ذریعہ ہے جو معاشرتی مسائل، زندگی کے پیچیدہ پہلوؤں اور انسانی نفسیات کو ہنسی مذاق کے ذریعے بیان کرتا ہے۔ اچھا مزاح لوگوں کی ذہانت اور تخلیقی

صلاحیت کو ظاہر کرتا ہے، اور اسے بر موقع استعمال کرنا سلیقے کا معاملہ ہوتا ہے۔ مزاح انسانوں کو آپس میں قریب لاتا ہے اور اکثر حالات کی سنجیدگی کو کم کرتا ہے، جبکہ کسی کو برا نہ لگے، یہ بھی ایک اہم عنصر ہوتا ہے ڈاکٹر اشفاق احمد نے مزاح کو بڑے خوبصورت انداز میں باقاعدہ آرٹ قرار دیتے ہوئے کہا ہے:

> "آلامِ روزگار کو آسان بنانے کے ان لمحاتی، عارضی اور انفرادی طریقہ ہائے کار کے ساتھ ساتھ ایک مستقل، اجتماعی اور معقول طریقہ بھی ایجاد کر لیا گیا، جسے مزاح کا نام دیا گیا اور جو زمانے کے تدریجی اور ارتقائی مراحل طے کرتے کرتے آج ایک باقاعدہ آرٹ اور تہذیب کا درجہ اختیار کر چکا ہے۔ [۱]

مزاح نہ صرف ہمیں آرام فراہم کرتا ہے بلکہ یہ ہماری تخلیقی صلاحیتوں کو بھی بڑھاتا ہے اور ہمیں دوسروں کے ساتھ جڑنے کا موقع دیتا ہے۔ زندگی میں مزاح کا ہونا ہمیں زندگی کی پیچیدگیوں اور رنگینیوں کی یاد دلاتا ہے کہ ہر صورتحال میں ایک نیا زاویہ دیکھنا ممکن بناتا ہے، اور یہ ہمیں خوشی اور سکون فراہم کرتا ہے، چاہے حالات جیسے بھی ہو ہنسی مزاح کے بغیر زندگی کا تصور بھی محال ہے اور معاشرے میں مزاح کی موجودگی ضروری و اہم ہے۔ گویا مزاح کے بغیر یہ کائنات ہی نامکمل و بے رنگ ہے۔ اسی خیال کے بارے میں ڈاکٹر خواجہ عبد الحمید یزدانی نے اپنی کتاب "فارسی شاعری میں طنز و مزاح" میں لکھتے ہیں:

> "میری نظر میں مزاح کی حیثیت ایسی فضا میں سانس لینا، آکسیجن کی سی ہے۔ یہ دنیا کے لئے کیف و سرمستی کا سرمایہ ہے اور اگرچہ کیف و نشاط کے علاوہ مزاح کے اور بھی انعامات و عنایات ہیں لیکن اس کا اصلی فرض یہی سے شروع ہوتا ہے۔" [۲]

انسانی زندگی میں پیش آنے والی تلخیوں، بدصورتیوں و اداسیوں سے چھٹکارہ پانے کا واحد طریقہ و حربہ مزاح کو سمجھا گیا ہے تاکہ انسان اپنی ظرافت کو بطور ہتھیار استعمال کرتے ہوئے خوش مزاجی کی چاشنی سے مستفید ہو سکے ۔ قادرِ مطلق کی پیدا کردہ مخلوقات میں انسان کے سوا بقیہ تمام جاندار اپنی جبلت اور سرشت کو بدلنے کی کوئی خاص قوت یا استعداد نہیں رکھتے اور ان میں انسان ہی اشرف المخلوقات ہونے کے ناطے خود کی ازلی عادات، جذبات، فطرت ہی نہیں بلکہ اپنے اِرد گرد موجود صورتحال کو جزوی یا مکمل طور پر عمدہ بنانے کا شعور و

ہنر رکھتا ہے اسی لیے کہ بنی نوع کو بقیہ جانداروں کی بدولت اضافی خوبیوں و خصلتیں عطا کی گئی ہیں بقول ڈاکٹر اشفاق احمد ورک کے:

"1۔جمالیاتی حس(Aesthetic Sense)

2۔ چھٹی حس،عام فہم، عقل سلیم(Common sense)

۳۔ حسِ مزاح(Sense of Humour) (۳)

حسِ مزاح کی بدولت زندگیوں میں موجود تلخیاں مدہم لگتی ہیں۔مزاح اصلاحی عَلم ہونے کی حیثیت سے معاشرتی تعلقات کو مضبوطی سے جوڑے ہوئے ہے۔یعنی مزاح انسان کی ایک ایسی حس ہے جس کی وجہ سے وہ زندگی میں موجود تمام مشکلات سے کچھ دیر کے لیے نجات پالیتاہے۔یہ حقیقت ہے کہ مزاح کاوجود تہذیب کے لوازم میں سے ہے۔مزاح حقیقت میں حسیات اور شعور کا ایک وسیع سمندر ہے۔یہ نا صرف ظاہری طور پر ہنسی پیدا کرتا ہے بلکہ انسان کے اندر گہرا تفکر، تجزیہ اور شعور کے دروازے بھی کھولتا ہے۔مزاح کے ذریعے انسان اپنی زندگی کے پیچیدہ پہلوؤں کو ایک نئے زاویے سے دیکھنے کی صلاحیت سے ہمکنار ہوتا ہے۔یہ حسیات کو متاثر کرتا ہے، یعنی ہمیں نا صرف لفظوں یا جملوں کی بازگشت سنائی دیتی ہے بلکہ ہمارے ذہن میں مختلف جذبات اور تصورات بھی ابھرتے ہیں۔

اچھا مزاح انسان کو اپنی روزمرہ کی مشکلات سے ہنس کر گزارنے کا حوصلہ دیتا ہے اور شعور کے نئے راستے کھولتا ہے، جہاں ہم نہ صرف زندگی کو ہنسی مذاق کے ذریعے بہتر سمجھ سکتے ہیں بلکہ اس سے جڑے گہرے پیغامات کو بھی سمجھ سکتے ہیں ۔مزاح انسانوں میں سب سے زیادہ قابل قدر اور پر کشش خصلتوں میں سے ایک ہے کیونکہ یہ موڈ کو اچھا کر سکتا ہے، تناؤ کو کم کرنے کے علاوہ سماجی تعلقات کو فروغ دے سکتا ہے۔اس سے متعلق ڈاکٹر خواجہ عبدالغفور لکھتے ہیں:

"مزاح صرف جملے کَس دینے یا کسی کی عیب جوئی پر منحصر نہیں بلکہ حسیات اور شعور کے سمندر کی گہرائیوں میں ڈوب کر موتی نکالنا، ہم آہنگی اور تضاد میں امتیاز کرنا، نامعقولیت کو رد کرنا اور اپنے منطق کو ایسے دل پذیر انداز میں پیش کرنا کہ سامعین قائل ہو جائیں یہ سب مزاح کے اصناف ہیں" (۴)

دنیا ہمیشہ طبعاً خوش مزاج اور پر مزاح لوگوں کو پسند کرتی ہے پُر مزاح مزاج و گفتگو کے نتائج اس قدر خوشگوار اور دلچسپ ہوتے ہیں کہ اس کے حِظ مزاح کا شعور رکھنے کے علاوہ عام فہم شخص بھی لطف اندوز ہوتا ہے۔ تبسم ایک سنجیدہ کائنات کا ہتھیار ہے۔ جب ہم تبسم یعنی مسکرتے ہیں، تو یہ نہ صرف ہماری ذات میں سکون اور خوشی پیدا کرتا ہے بلکہ دوسروں تک محبت اور نرمی کا پیغام بھی پہنچاتا ہے۔ ایک سادہ مسکراہٹ اس کائنات کی پیچیدگیوں کو نرم کر دیتی ہے اور زندگی کی تلخیوں میں کچھ پلوں کا سکون فراہم کرتی ہے۔ تبسم ایک ایسا ہتھیار ہے جو نہ صرف ہمیں اپنی مشکلات سے لڑنے کی طاقت دیتا ہے، بلکہ دوسروں کے دلوں میں محبت اور افہام و تفہیم پیدا کرتا ہے۔ یہ انسانیت کی حقیقت اور زندگی کے سچے جمال کا عکاس ہے، جو ہمیں یاد دلاتا ہے کہ مشکل وقت میں بھی ہمیں ہنسی اور تبسم کو اپنی قوت بنانا چاہیے۔ حسِ مزاح ایک قابلِ قدر مہارت ہے جو انسان کی زندگی کو کئی طریقوں سے مالا مال کر سکتی ہے خوشی اور ہنسی کی مہک پھیلا کر دوسروں کو بھی فائدہ پہنچاتی ہے۔ مزاح اور انسانی زندگی شروع سے آخر تک ساتھی ہیں مزاح کے زندگی پر اَن مٹ نقوش و اہمیت پر ڈاکٹر وزیر آغا لکھتے ہیں:

> "یہ احساسِ مزاح اور اس کے مظہر یعنی تبسم، ہنسی اور قہقہ ہی دراصل ہمیں اس سنجیدہ کائنات میں زندہ رکھنے کے ذمہ دار ہیں اور انہی کی بدولت ہم زندگی سے سمجھوتہ کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں احساسِ مزاح کا کام یہ ہے کہ وہ انسان کی بے لگام آرزوؤں، منہ زور اُمنگوں اور پُر اسرار خوابوں پر متبسم انداز سے تنقید کرے اور یُوں اسے حقائق کا احساس دلا کر اس شدید مایوسی سے بچائے جو اس کے خوابوں کی منزل پر ہمیشہ سے اس کی منتظر ہیں جس سے اس کا بچ نکلنا ایک امر محال ہے دیکھا جائے تو احساس مزاح کا یہ کارنامہ ایک بہت بڑی انسانی خدمت ہے"۔ (۵)

مزاح کو ظرافت کا ہتھیار ہی نہیں عمدہ حربہ مانا جاتا ہے۔

مزاح انسانوں کو تہذیب و شائستگی عطا کرنے کے علاوہ اور آپس کے اختلافات بڑھانے کی بجائے سلجھاؤ کا راستہ بھی دکھاتا ہے یوں اس کی بدولت سماجی تناؤ کم ہوتا ہے اور باہمی احترام اور افہام و تفہیم میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہ سوسائٹی کو ایک ایسا ماحول فراہم کرتا ہے جہاں لوگ خود کو آزادانہ طور پر اپنی سوچ کو دوسروں تک پہنچا سکتے ہیں ایسی صورت میں وہ زیادہ متحد اور متفق ہوتے ہیں۔ اس طرح مزاح معاشرے میں ایک قدرتی توازن اور

خوشی کو فروغ دیتا ہے، جو اس کے مضبوط ڈھانچے کو سہارا دیتی ہے اور مزاح کے وجود کو سوسائٹی کی بنیادوں کو مستحکم کرنے میں مددگار اور مشکلات کی ڈھال سمجھتے ہوئے ڈاکٹر وزیر آغا مزاح کی تعریف میں لکھتے ہیں:

"زندگی سنجیدگی سے انسان کو بچانے اور اُسے شکستِ خواب سے پیدا ہونے والے ناقابل برداشت صدموں کے لئے ذہنی طور پر تیار کرنے کے علاوہ احساس مزاح کا ایک روشن پہلو یہ بھی ہے کہ اس کا وجود سوسائٹی کی بنیادوں کو مستحکم کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے وہ مثل کہ "ہنسوں تو ساتھ ہنسے گی دنیا۔"(۶)

گویا ڈاکٹر وزیر آغا کے نزدیک مزاح انسانی زندگی سے فکر و تَرَدُّد کو دور کر کے خوشی پہنچانے کا تعمیری کام تو انجام دے ہی رہا ہوتا ہے ، مگر اس عمل کے علاوہ وہ انسانی زیست میں ناموافق نظر آنے والے پہلوؤں پر اس انداز سے تنقید بھی کرتا ہے کہ اسے برا لگے بغیر یعنی مایوسی سے بچاتے ہوئے اصلاح کا پہلو بھی نکل آئے۔ جی ہاں! مزاح مایوسی سے بچانے کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ جب انسان زندگی کے دباؤ یا چیلنجز سے گزر رہا ہوتا ہے تو مزاح اسے ایک نیا زاویہ فراہم کرتا ہے۔ جس سے وہ مشکلات کو ہنسی مذاق میں تبدیل کر سکتا ہے۔ الغرض یہ کہ خوش طبعی انسان کو اصل حقیقت سے متعارف کرواتی ہے کہ زندگی کی تلخیوں کے باوجود بھی انسان کے لیے خوش رہنا مشکل نہیں ہے۔ اس زاویے سے دیکھیں تو مایوسی کے درمیان بھی امید کی کرن تلاش کی جا سکتی ہے۔

اس تعریف سے اس بات کی آگاہی ملتی ہے کہ ظرافت کے ذریعے کائنات میں موجود بنی نوع کے بیچ ایک قابلِ فخر تعلق بنتا ہے روزمرہ کے معاملات میں بھی دل لگی بات ایک متعدد ی بیماریوں کی طرح پھیلتی ہے اکثر دیکھا گیا ہے کہ جہاں چند لوگ ہنس رہے ہوتے ہیں وہاں تو راہ گیر بھی بغیر سوچے سمجھے ان کی ہنسی کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ مزاح کا انگریزی مترادف لفظ ہیومر ہے جو لاطینی زبان کے لفظ ہیومیر سے ماخذ ہے. جس کا معنی مرطوب کیا جاتا ہے اور مرطوب کا مطلب ہے نم دار، گیلا، نرم، لچکدار، ظرافت سے بھرا ہوا، پُر مزاح کے ہیں۔ مزاح کی تعریفیں بمطابق لغت درج ذیل ہیں۔

ہنسی، ٹھٹھا، ظرافت، خوش طبعی، مذاق، چہل۔(۷)

مزاح کے معنی جدید نسیم اللغات اُردو میں یوں ہیں۔

مزاح: ہنسی۔ ٹھٹھہ۔ خوش طبعی۔(۸)

مزاح کے معنی فیروز اللغات میں اس طرح ہیں۔

خوش طبعی۔ مزاق۔ ہنسی۔ خوش طبعی کرنا۔[۹]

ریختہ کے مطابق مزاح کے معنی ہیں۔

ہنسانے والی بات، ہنسی، خوش طبعی، ظرافت، دل لگی، ہنسی ٹھٹا، چہل، مذاق۔[۱۰]

اسٹفین بٹلر لیکاک کینیڈین مصنف اور مزاح نگار نے مزاح کی تعریف کچھ اس طرح کی ہے کہ:

"Humour may be deine as the kindly contemplation of the in congruities of life and artistic expression there of."[۱۱]

اس میں کوئی شک نہیں مزاح انسانی زندگی کی رونق ہے کیوں کہ اگر ہم لوگ تھوڑی دیر کے لیے یہ تصور کر لیں جیسے انسانی فطرت سے خندہ زنی کو مٹا دیا جائے تو اس سے بنی نوع کی حیات بے نور و بے رونق نظر آنے لگے گئی یہی نہیں بلکہ مزاح ایک عمل بھی ہے اور ہنسی اس کا رد عمل ہوتا ہے جب ہنسی مزاخ کیا جاتا ہے، چاہے وہ الفاظ ہوں، اشارے ہوں یا کوئی حرکت، تو سب مل کر ایک مخصوص تاثر فضا میں پھیلاتے ہیں اور یوں ہم دیکھتے ہیں کہ انسانی جذبات، احساسات کے ساتھ ذہن بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ مختصر یہ کہ ہنسی اس عمل کا قدرتی رد عمل ہوتی ہے، جو ہمارے دماغ میں خوشی، سکون یا تفریح کے احساسات کو جنم دیتی ہے۔

یہ رد عمل نہ صرف فرد کی ذہنی حالت کو بہتر بناتا ہے بلکہ اس کے جسمانی نظام پر بھی مثبت اثر ڈالتا ہے، جیسے کہ دباؤ کم کرنا اور خوشی کے ہارمونز کا اخراج۔ اس طرح مزاح اور ہنسی آپس میں جڑے ہوئے ہیں، اور جب یہ ایک ساتھ ہوتے ہیں، تو زندگی میں سکون اور خوشی کی لہر پیدا کرتے ہیں ڈاکٹر راؤف پاریکھ کے نزدیک مزاح اور ہنسی ایک دوسرے سے ہیں اور مزاح کو عمل اور ہنسی کو اس کا ردِ عمل قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"کوئی حرکت خیال، واقعہ، صورتحال، احساس، لفظ، جملہ یا ترکیب ایک عمل ہے اور اس پر آنے والی ہنسی (یا مسکراہٹ یا محض تبسم زیرلب) ایک رد عمل ہے. یہی رد عمل مزاح ہے گویا" کسی عمل، خیال، صورتحال، واقع، لفظ یا جملے کے خندہ آور پہلوؤں کو دریافت کرنا، سمجھنا اور ان سے حظ اُٹھانا مزاح ہے"۔[۱۲]

اصل حقیقت تو یہ ہے کہ واقعی زندگی میں موجود متانت اور ماحول کی ٹھوس مادیت میں خوش طبعی و مزاح کا عمل دخل قابلِ قدر ہے وہ ایسے کہ مزاح اانسان کی نفسیاتی ،جذباتی اور سماجی صحت کو کو برباد ہونے سے بچاتا ہے خصوصی طور پر اُس وقت جب انسان زندگی کے دباؤ،مشکلات اور سنجیدہ حالات کا سامنا کر رہا ہو تو ایسے میں مزاح ہی شگفتہ احساس کی طرح انسان کو ذہنی سکون اور آرام فراہم کرتا ہے خصوصاً اُس لمحے جب ماحول میں تناؤ اور الجھن ہو تو مزاحیہ مواد ذہن کو آزاد کرتا ہے اور شخص کو اپنے مسائل سے ایک مختصر وقت کے لئے نجات دلاتا ہے جس سے اس کی ذہنی حالت بہتر ہوتی ہے یوں مزاح کے پردے میں لپٹے مسکراہٹ و خفیف ہنسی کے جھونکے ہی ہمیں دنیا پر چھائے جمود کو کم کرکے ماحول میں پھیلی تازگی کا احساس دلائے ہوئے ہیں پس مزاح کی بدولت کوئی بھی فرد زیست کی مقصدیت تک پہنچنے کے ہنر سے آگاہی حاصل کرتا ہے۔

یوں معاشرتی زندگی گزارنے کے لئے مزاح کا کردار ہمارے لئے بہت اہم سمجھوتے کے باعث ہے اور ڈاکٹر وزیر آغا نے اس سے متعلق لکھا ہے کہ:

"زندگی کی سنجیدگی اور ماحول کی ٹھوس مادیت جو قریب قریب ہر شے کو اپنے بازوؤں میں جکڑے ہوئے ہے،انسان کے احساس مزاح کی حدت سے پگھل کر ملائم ہو جاتی ہے۔" [۱۳]

ثابت ہوا کہ قدرت کی عطا کردہ انسانی جبلت یعنی حسِ ظرافت ہی وقت کی دوڑ میں ایک نادر دوا کی طرح کام کرتی ہے اس مرہم کی وجہ سے غمگین شخص موجود کائنات کے کے اندر اپنے چاروں طرف پھیلی روشنی سے متعارف ہوتا ہے۔یوں انسان عقل سلیم سے کام لیتے ہوئے حالات کی الجھن یا پریشانیوں سے نہیں گھبراتا۔اور اس سے متعلق ڈاکٹر جمیل جالبی مزاح کو سماجی ضرورت کے ساتھ ساتھ عقل سلیم قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مزاح سماجی اور تہذیبی برائیوں، بےہودگیوں،بے ڈھنگے پن،نا انصافی، بداخلاقی، حماقتوں، ظلم و جبر،استحصال بے جا اور دیگر عادات بد کی تنقیص اور مزمت کے لیے موثر ہتھیار ہے مزاح نگار معاشرے کی ناپسندیدہ اقدار، اخلاق اور معیار کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتا ہے مزاح نگار کسی بھی سماج کے اخلاق،اقدار اور نظام خیال کی تہذیب اور تادیب کرتا ہے وہ اخلاق اور عقل کے معیار پیش کرتا ہے وہ عقل سلیم (common sense) کو فروغ دیتا ہے۔" [۱۴]

جیسا کہ مزاح عقل کو فروغ دیتا ہے اسی طرح مزاح سے کسی قوم کے سماجی معیار کو بھی پر کھا جاتا ہے۔مزاح لوگوں کے درمیان تعلقات کو مضبوط کرتا ہے یہ ایک مشترکہ زبان بناتا ہے جس سے لوگ ایک دوسرے کے قریب آتے ہیں اس سے سماجی تعلقات میں خوشگواریت آتی ہے لوگوں کے دلوں میں جگہ بنا کر ایک مثبت ماحول پیدا کرتا ہے اس کے ساتھ ساتھ زندگی کے چیلنجز کا سامنا کرنا سکھاتا ہے سنجیدہ حالات میں مزاح ایک انسان کو حالات کا مقابلہ کرنے کی قوت فراہم کرتا ہے جب زندگی کے مسائل پیچیدہ اور تھکا دینے والے ہوں تو ایک ہنسی یا مذاق کی تھوڑی سی لہر فرد کو دوبارہ محترک کر سکتی ہے اور اسے اپنے مسائل کے حل کی طرف مائل کرتی ہے یعنی ہم کہہ سکتے ہیں کہ مزاح زندگی کی حقیقت کو نرم انداز میں دیکھنے کا ہنر دیتا ہے یعنی مزاح انسان کو زندگی کی سخت حقیقتوں اور مشکلات کو نرم انداز میں دیکھنے کی صلاحیت فراہم کرتا ہے یہ کسی بھی سنگین موضوع کو ہلکے پھلکے انداز میں پیش کرنے کا ذریعہ بن سکتا ہے جس سے انسان اپنی حقیقت سے بھاگنے کی بجائے اسے قبول کرلیتا ہے۔اس سے متعلق ڈاکٹر وزیر آغا لکھتے ہیں:

> "کسی بھی دور کے ذہنی اور تہذیبی معیار کا اندازہ اس بات سے لگانا چاہیے کہ اس دور کے لوگ کن باتوں پر ہنستے ہیں اور ان کی ہنسی نوعیت اور معیار کے اعتبار سے کیسی ہے"(۱۵)

اس تعریف سے یہ بھی حقیقت واضح ہوئی ہے کہ ہر شخص مزاح کا اپنا اپنا معیار رکھتا ہے جو اس کے مزاج، شخصیت اور ذہانت پر منحصر ہوتا ہے ہنسی کی نوعیت اور معیار مختلف عوامل پر منحصر ہیں اور یہ افراد، ثقافتوں، اور حالات کے مطابق بدلتی رہتی ہے۔مزاح سے پیدا ہونے والی ہنسی کے معیار کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس چیز کا خیال رکھا جائے کہ ہنسی کس منشا کے لیے استعمال ہو رہی ہے اور یہ کس حد تک کسی فرد یا گروہ کی فلاح کے لیے مفید ہے مزاح زندگی کی سنجیدگی اور مادیت کی ٹھوس حقیقتوں کو متوازن کرتا ہے اور انسان کو ذہنی سکون اور سماجی تعلقات کی راہ دکھاتا ہے۔

محقق خواجہ عبدالغفور کی کتاب سے مزاح پر نظر ثانی کیے گئے الفاظ میں چند تہ شدہ نکات پیش نظر ہیں:

۱۔ مزاح بیانیہ اور واقعاتی ہونا چاہیے توضیحی تفسیری نہیں۔

۲۔ مختصر اور کم بیانی میں زیادہ مزاح ہوتا ہے۔طوالت اور لفظی ہیر اپھیر میں نہیں۔

۳۔ مزاح کا موقع محل پر منطبق ہونا ضروری ہے۔غیر مقام سے گریز لازمی ہے۔

۴۔ تسلسل قائم رکھا جائے بیانیہ کا اگلا حصہ پہلے نہیں بلکہ اپنی جگہ پر ہو تب ہی ظرافت موثر ہوتی ہے۔

۵۔ ذہانت اور حاضر جوابی کا مراقعہ نہ کہ گول مٹول۔

۶۔ مثبت اور بامعنی نا کہ منفی اور لایعنی

۷۔ شیری بیانی اور خوش کلامی نہ کہ کھر دراپن لیے ہوئے۔

۸۔ مدلل ہونا ضروری ہے بے ربط نہیں۔

۹۔ تال اور سر میں رہے بے سرا نہ ہو جائے۔

۱۰۔ رد عمل پر دھیان ضروری ہے سامعین کی بے توجہی کا باعث نہیں ہونا چاہیے۔۔[۱۶]

اصل میں ہنسی سے محظوظ ہونا ہی دراصل مزاح کی حقیقت ہے۔ مزاح ایک ایسا فن ہے جو لوگوں کو خوشی دینے، سکون فراہم کرنے اور مشکلات کو نرم کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ جب ہم کسی مزاحیہ بات یا صورت حال سے ہنستے ہیں، تو ہم نہ صرف خوشی محسوس کرتے ہیں بلکہ ہمارے ذہن اور جسم پر اس کا مثبت اثر بھی پڑتا ہے۔ ہنسی ہمیں خوشی، راحت اور آزادی کا احساس دیتی ہے خوش طبعی، ہنسی، مزاح نہ صرف تفریحی کی شکل میں سرگرمی فراہم کرتی ہے بلکہ ایک اہم نفسیاتی اور سماجی آلے کے طور پر بھی مؤثر ہے۔

مزاح کا مقصد صرف ہنسی پیدا کرنا نہیں، بلکہ لوگوں کو ایک دوسرے کے قریب لانا، زندگی کی پیچیدگیوں کو ہنسی مذاق میں تبدیل کرنا اور مثبت توانائی کا تبادلہ کرنا بھی ہوتا ہے۔ اس لیے ہنسی سے محظوظ ہونا ہی مزاح کا اصل جوہر ہے جو ہمیں ایک خوشگوار اور متوازن زندگی کی طرف رہنمائی کرتا ہے الغرض ڈاکٹر راؤف پاریکھ نے مزاح کی تعریفوں کو سمیٹتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> "بہر حال مشرق ہو یا مغرب، مزاح کی بیشتر تعریفوں میں مزاح کا تعلق ہنسی سے جوڑا گیا ہے۔ مزاح اور ہنسی (یا مسکراہٹ) لازم و ملزوم سمجھے گئے ہیں۔ اور ان سے محظوظ ہونا ہی مزاح ہے"۔[۱۷]

تحقیقی مطالعہ سے واضح ہوا چند ماہرین نے مزاح کی اقسام پر بھی بات کی ہے۔ جیسا کہ اردو نثر میں مزاح ،ہنسی اور طنز کی ماہیت، اقسام، اغراض و مقاصد، دائرہ کار اور صورتحال پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر وحید قریشی نے اپنی معلومات کو یوں قلم بند کیا ہے:

"ہمارا قدیم سرمایہ ءتنقید مزاح کی تعریف، مزاح کی اقسام اور مزاح کے مقاصد کے ذیل میں خاموش ہے "(۱۸)

معلوم ہوا کہ مزاح انسان کے لئے اللہ کی طرف سے ایک عطا کردہ تحفہ ہے اور طنز انسان کا تخلیق کردہ حربہ ہے ویسے بھی طنز کا مقصد اصلاح کے ساتھ عام طور پر دل توڑنا اور منفی سوچ پھیلانا بھی ہے جبکہ حسِ ظرافت کا کام روزِ اول سے مثبت سوچ کو فروغ دینا ہے۔ پروفیسر احتشام حسین ترقی پسند تحریک کے ایک نمائندہ نقاد ہیں وہ مزاح کے بارے میں دلائل پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"اصل حقیقت یہ ہے کہ طنز کا وجود مزاح کے بغیر ممکن ہی نہیں ہاں مزاح طنز سے بالکل پاک بھی ہو سکتا ہے۔"۱۹

جب مزاح معاشرتی مسائل، ثقافتی فرقوں یا حتی کہ انسانی کمزوریوں کی طرف اشارہ کرتا ہے تو یہ انسانوں کو ایک نئے زاویے سے سوچنے کی دعوت دیتا ہے۔ مزاح اس طرح سماج کے درد، خوشی، ناکامیوں اور کامیابیوں کا ایک عکس ہوتا ہے یعنی مزاح ایک مشعل ہے جس کی روشنی سے معاشرے کے درمیان افہام و تفہیم بڑھتا ہے۔

لہٰذا مزاح نہ صرف ایک تفریحی عنصر ہے بلکہ ایک ایسی طاقت ہے جو معاشرتی شعور کو بڑھاتی ہے لوگوں کو حقیقت سے آگاہ کرتی ہے اور ان کے درمیان محبت، ہم آہنگی اور سلیقے کو فروغ دیتی ہے ایک مزاح نگار کی اہلیت، لیاقت اور قابلیت کے بارے میں ڈاکٹر طاہر تونسوی اپنی کتاب "طنز و مزاح تاریخ تنقید" میں یوں رقمطراز ہیں:۔

"طنز و مزاح کا تعلق معاشرت کے مسائل سے ہے طنز یا مزاح بے معنی ہنسی کا نام نہیں ہے یہ گہرے عرفانِ ذات یا معاشرے کے شعور سے پیدا ہوتا ہے"۔(۲۰)

مزاح نہ صرف دل کو خوشی دیتا ہے بلکہ ذہن کو بھی سکون فراہم کرتا ہے اس کے ساتھ ساتھ مایوسی کی حالت سے باہر نکالنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ جب ہم ہنستے ہیں تو ہمارا ذہن مثبت سوچ کی طرف مائل ہوتا ہے اور اس طرح مایوسی کا اثر کم ہوتا ہے۔ اس لیے مزاح زندگی کا ایک اہم مفید ہتھیار ہے جو ہمیں مایوسی سے بچا کر خوشی کی طرف لے جاتا ہے۔

مزاح نویسی یا نسخہ ہائے مزاح تخلیق کرنا آسان کام نہیں ہے مزاحیہ مواد کو تکنیک کے سانچے میں لپیٹ کر پیش کرنا انتہائی مشقت طلب کام ہے درحقیقت مزاح وہی مانا جاتا ہے جس کے مطالعے کے پس پردہ اصلاح درکار ہو اور قاری کو معاشرے میں پائی جانے والی کمزوریوں پر دل میں درد و احساس اٹھتا اس درد کی کیفیت کو مزاح کی صورتوں میں لپیٹ کر کاغذ کی زینت بنانا ہی مزاح نگار کی مہارت ہے جس کو پڑھنے سے قاری کے لبوں پر خندہ آور تاثرات کی کرنیں بکھرنے لگتی ہیں۔

ا۔ خالص مزاح

خالص مزاح کا منبع خوش طبعی پر مبنی ہوتا ہے یوں خشک کلامی کو ساتھ لیے ہوئے خوشگفتاری کی مہک کو چار سو پھیلائے رکھتا ہے۔ڈاکٹر وزیر آغا نے خالص مزاح کی وضاحت میں کہا ہے:

"خالص مزاح کیا ہے ؟زندگی کی ناہمواریوں کے اس ہمدردانہ شعور کا نام ہے جس کا فنکارانہ اظہار ہو جائے"۔[۲۱]

مزاح کی یہ تعریف کُھل کر بیان کرتی ہے کہ خالص مزاح ہی اصل مزاح کا سرچشمہ ہے مزید اس پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ مزاحیہ تحریر پر گرفت رکھنے والا زرک وجاذب النظری کی صلاحیت و فہم کی وجہ سے زیست کے نشیب و فراز یا حالات کی آزمائش کو مزاحیہ تکنیک کے سانچے میں ڈھال کر قاری کی دلچسپی کا باعث بناتا ہے اس طرح یہ مزاح نگار قلم کی طاقت کے وہ جوہر دکھاتا ہے جس پر ایک عام شخص کی صرف سرسری نگاہ ہی پڑتی ہے۔اس کے ساتھ ساتھ مزاح نگار اپنے ردِّعمل سے کوئی استہزائی کیفیت پیدا نہیں کرتا۔بلکہ وہ ان سے حِظ اُٹھاتے ہوئے اس فضا یا حالات زندگی کو دل وجاں سے تسلیم کرتا ہے کیوں کہ اسی سے تو یہ غیر مسطح صورتحال پیدا ہوتی ہے۔اور اس طرح گرد و پیش کے نامساعد حالات کو محبت کی عینک سے دیکھتے ہوئے مزاح نگار مزاحیہ مواد کو پیش کرنے میں بھی فنکارانہ ہنر رکھتا ہے اور مزاح کے مواد کو سپارٹ طریقے سے پیش نہیں کرتا۔اور یوں خالص مزاح کی آمد ہوتی ہے اور اس طرح یہ تاثیر سے بھرپور ہوتا ہے۔

جیسا کہ ڈاکٹر خواجہ عبد الغفور خالص مزاح کو اس زاویے سے بیان کرتے ہیں:

"اس کی کیفیت آمد کی ہے آورد کی نہیں۔گھسیٹا ہوا، بنایا ہوا یا گھڑا ہوا مذاق۔۔۔ نہیں بلکہ فی البدیہہ اور برجستہ ہوتا ہے۔خالص مزاح میں رس ہوتا ہے جو من کی بھاؤنا کو بڑھاتا

ہے خالص مزاح کی نگارشات میں ناہمواریوں اور بے اعتدالیوں کو اپنا کر ایک ایسے روپ میں پیش کیا جاتا ہے کہ ان کی قدریں از خود گھٹ جائیں اور معاشرہ ان کو دور پھینک دے۔ طنز و مزاح میں بنیادی فرق یہی ہے طنز ٹوٹے ہوئے طعنے بانے کو بکھیر دیتا ہے اور مزاح اس کو جوڑنے کر سعی اور تدبیر کرتا ہے"۔ (۲۲)

پس ثابت ہوا کہ مزاح کے دائرہ میں صورت واقعہ، انسانی کمزوریاں یا نادانیاں ہنسی کا مقصد نہیں ہوتی ہیں بلکہ ہمدردیانہ جملے، خندہ آور گفتگو، لب و لہجے میں شیریں گھلاوٹ، بات چیت میں نرمی بنیاد و سر چشمہ ہوتے ہیں۔ مزاح کے اجزائے ترکیبی عقل، سمجھ بوجھ، فہم و ذکا اور احسّاس روح، صحیح پر کھ، جانچ پڑتال، سادگی اور تہذیب و شائستگی ہیں۔ نکتہ چینی، اعتراض، تنقیص بینی، نصیحت اور دل دکھانے والی باتوں سے دوری بھرتی جاتی ہے۔ اس نکتہ نظر کو ایک اور جگہ ڈاکٹر اشفاق احمد ورک نے یوں واضح کیا ہے کہ

"مزاح وظرفت کی اعلیٰ ترین اور خالص شکل ہے۔ یہ کسی قسم کے طنز، ہجو یا چوٹ سے بالکل پاک ہوتا ہے۔ ایسا مزاح دراصل ایک لطیف ذہنی کیفیت، نفسی انبساط اور روحانی بشاشت سے وجود میں آتا ہے"۔ (۲۳)

تحقیق سے معلوم ہوا کہ مزاح باقاعدہ اایک اسلوب کے تحت لکھا جاتا ہے۔ مزاح لکھنے کا اسلوب ایک خاص فن ہے جس میں تخلیقی صلاحیت اور احساسیت کی ضرورت ہوتی ہے اس میں زبان کی سادگی یا زبان کا سادہ اور دلچسپ ہونا ضروری ہے مزاح میں بے تکلفی اور فطری انداز بہت اہم ہے اس کے ساتھ ساتھ تضاد کا استعمال اور مبالغہ آرائی سے بھی کام لے کر مزاح پیدا کیا جاتا ہے۔ پیچیدہ الفاظ یا جملے اس کے اثر کو کم کر سکتے ہیں۔ طنز کی تشکیل میں زاویہ ء نظر بنیادی حیثیت رکھتا ہے جب کہ مزاح کی بناوٹ یا ساخت اسلوب کی مرہون منت ہوتی ہے۔ اور اس طرح مزاح نگار صاحب نگاہ بھی ہیں اور صاحب اسلوب بھی ہوتا ہے۔

ڈاکٹر اختر سلیم مزاح کے اسلوب پر بات کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی تخلیق پر بھی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"پاکستان میں طنز و مزاح کی ترقی اور نشو و نما کا جائزہ لینے پر انداز نظر میں تنوع کے ساتھ ساتھ تجربات کی خوشگواری بھی ملتی ہے مزاحیہ قلم کاروں نے اپنی تخلیقات سے طنز و مزاح کے چراغ فروزاں رکھے ہیں"۔ (۲۴)

ظرافت صرف لفظوں کا مجموعہ یا جال ہی نہیں بلکہ فہم، شعور و آگاہی کے در کھولنے کی بھی ذمہ دار ہے یوں یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ مزاح سوسائٹی کو جوڑنے وباہمی رشتوں میں میل جول پیدا کرنے میں ایک سیڑھی کی حیثیت کا حامل ہے اس طرح یہ افراد کے درمیان تعلقات کو بہتر بناتا ہے، بلکہ سماجی ہم آہنگی اور تعاون کو بھی فروغ دیتا ہے۔جب لوگ مزاح کے ذریعے ایک دوسرے سے جڑتے ہیں تو یہ متنوع خیالات اور پس منظر رکھنے والے افراد کے درمیان ایک پل کا کام کرتا ہے جو کہ سوسائٹی کی مضبوطی کا باعث بنتا ہے۔

۲۔ سیاہ مزاح

مزاح جسمانی و ذہنی تناؤ کو کم کرتا ہے۔پریشان کن صورت حال میں مزاحیہ جملے سے جسمانی تناؤ کے رد عمل میں کمی ہونے کے ساتھ ساتھ جذباتی تکلیف اور منفی جذبات کم ہو سکتے ہیں۔خاص طور پر سیاہ مزاح عام طور پر ایک منفی واقعہ یا تجربہ پر لکھا جاتا ہے۔اسے بلیک کامیڈی، بلیک ہیومر یا ڈارک ہیومر کے نام سے متعارف ہے۔ سیاہ مزاح کی تعریف خوفناک، مکروہ یا ظالمانہ واقعات، اور سانحات (مثلاً، موت، سنگین بیماری، پاگل پن، دہشت گردی، قتل، جنگ، وغیرہ) پر مبنی مزاح کے طور پر کی گئی تھی۔

بلیک کامیڈی ایک مزاحیہ انداز طریقہ ہے جو اکثر اوقات ممانعت زدہ مضامین سے ہٹ کر مذاق کرتا ہے۔اس کے ذریعے س کوئی چونکا دینے والی اور غیر متوقع چیز پیش کر کے لطف کی کیفیت پیدا کی جاتی ہے سیاہ مزاح عرف عام میں دکھ بھرے لمحات کے اظہار کے لیے ہوتا ہے مگر اس کے علاوہ سنجیدہ نوعیت کے مضمون یا عنوانات سے متعلق سوچ کو سامنے لانے کے لیے بھی ہوتا ہے یا یہ کہ لوگ دوسری صورت میں ایسے موضوعات پر بات نہیں کرنا چاہتے۔ اکثر سیاح مزاح کے عام عنوانات درج ذیل ہوتے ہیں۔

الف۔ قتل، تشدد، موت

ب۔سیاسی کرپشن

ج۔انسانی جنسیت

د۔ غربت، بیماری، قحط

ہ۔ نسلی یا جنسی دقیانوسی تصورات

و۔جنگ اور دہشت گردی

سیاہ مزاح / بلیک کامیڈی انسانیت کی بدترین حقیقت کو سامنے لاتی ہے۔ فن کے کچھ ٹکڑے کسی اہم موضوع پر روشنی ڈالنے کے لیے سنگین یا تکلیف دہ صورتحال کو مزاح کے ذریعے پیش کرتے ہیں جب کہ دوسرے محض ایک مضحکہ خیز صورتحال پر قاری کو ہنسانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس مزاح سے متعلق ۱۹۷۹ میں ایک فلم بنائی گئی تھی۔ جو مذہبی عقیدے پر تنقید کرتی ہے اور انفرادی آزادی اور اپنے لیے سوچنے کی صلاحیت کو فروغ دیتی ہے۔ فلم کا بنیادی پیغام یہ ہے کہ لوگوں کو اپنے لیے سوچنے کی قدر اور فرد کی آزادی ہے۔ فلم فرد کے اختیار اور آزادی کے نقطہء نظر سے مذہبی عقیدے کی غیر سوچنے والی نوعیت پر تنقید کرتی ہے۔ فلم(Monty Python's "Life of Brian") کے اندر اس منظر کو دیکھا گیا ہے ہے۔ جہاں مظلومیت کے شکار افراد کا ایک گروپ مزاحیہ انداز میں یہ فقرہ گاتا ہے:

"زندگی کے روشن پہلو کو ہمیشہ دیکھو"(۲۵)

منتخب مزاح نگار گل نوخیز اختر نے اپنی کتاب نسخہ ھائے مزاح میں بعنوان "اور اب ہیڈ ٹرانسپلانٹ" کے اندر کس کمال کے ساتھ سیاہ مزاح کو برتا ہے جس کے ذریعے معاشرے کی کھوکھلی سوچ کو عیاں کیا گیا ہے کہ لوگ دیکھا دیکھی مصنوعی عکس اور بناوٹ کے پیچھے بھاگ رہے ہیں مزاح نگار گل نوخیز اختر اس عنوان سے واضح کرنا چاہ رہے ہیں کہ دنیا تیزی سے ترقی کے راستے پر رواں دواں ہے اور نت نئی ایجادات سامنے آرہی ہیں جب کہ ہمارا معاشرہ ایک دوسرے کو بیوقوف بنانے یا ایک دوسرے کی آڑ میں اپنے مفاد کے پیچھے بھاگ رہا ہے بجائے خود کو درست کرنے کے دوسروں کو درست کرنا اور نقل کو اپنانے میں ماہر ہے۔

اس کے علاوہ لوگوں کی اکثریت اپنے اردگرد رونما ہونے والے ظلمت کے اندھروں کو کم کرنے کی بجائے سب سہہ لینے پر ہی گزارا کر رہے ہیں۔ معاشرہ کی المیہ تصویر کو سیاہ مزاح کے پردے میں پیش کیا گیا ہے۔ مزاح نگار گل نوخیز اختر نے مردہ ضمیر کے بارے میں بتایا کہ ایسے لوگ عنقریب صرف ظاہری ربورٹ کی طرح بغیر احساسات وجذبات کے زندگی بسر کر رہے ہوں گے۔

مزاح کی ایک ایسی جھلک جو ایسے موضوع پر روشنی ڈالتی ہے اور عموماًان موضوعات پر بات کرنا معیوب ہوتا ہے خاص طور پر ایسے مضامین جن پر بحث کرنا عام طور پر سنجیدہ یا تکلیف دہ سمجھا جاتا ہے۔ سیاہ مزاح اپنے

پورے رنگ میں ظاہر ہوتا ہے۔ مشاہدے سے معلوم ہوا کہ سیاہ مزاح کو اُردو ادب میں وحید الرحمٰن خان نے ان الفاظ میں متعارف کرواتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "امریکہ میں ان دنوں بلیک ہیومر (Black Humour) کا چرچا ہے یہ "سیاہ مزاح" وہاں کے سیاہ فام باشندوں کی تخلیق ہے اور نسل پرستی کی یہ عفریت کے خلاف ردِ عمل کی تخلیقی سطح پر اظہار کا ایک انداز ہے۔ میں نے Black Humour سے ملتے جلتے نمونے اپنے ادب میں تلاش کرنے کی سعی کی ہے۔ دن کی روشنی تحفظ کی علامت ہے جبکہ رات کی تاریکی دستِ قاتل چھپائے ملتی ہے دن کے اُجالے میں لوٹنے والے ہمیشہ واویلا کریں گے اور رات میں لوٹنے کا احساس اس کی چبھن شدید سے شدید تر ہوتی جارہی ہے جنہیں "بلیک ہیومر" کی جدید ترین اصلاح سے واضح کئے کیا جاسکتا ہے"۔[۲۶]

مزاح نگار اقرار حسین شیخ نے اپنی کتاب "مجھے اسلام آباد سے بچاؤ" میں بعنوان "بھوک" میں کمال کے ساتھ سیاہ مزاح کو استعمال کرتے ہوئے معاشرے کی لاعلمی اور اندھی تقلید کو نمایاں کرتے ہوئے لکھا ہے کہ لوگ ایک دوسرے کو اپنے ہنر پر یقین دلانے کے لیے گن چکر بنے ہوئے ہیں جبکہ اندر سے حال یہ ہے کہ خود ایک اللہ پر یقین رکھ کر محنت نہیں کرتے۔ بس کسی معجزے کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔

اسی طرح منتخب مزاح نگار نے اسلوب کے جوہر دکھاتے ہوئے بذریعہ سیاہ مزاح سائنسی ایجادات کے غلط استعمال کے علاوہ معاشرہ دوسروں کو متاثر کرنے کی دوڑ میں لگ جائے گا اسی سے متعلق تاثر پیدا کیا ہے۔ (جیسے آج کل لوگ موبائل پر صرف سٹیٹس اَپ لوڈ کرنے کے چکر میں ہیں) اور مزاح نگار نے یہاں یہ بھی بتانے کی کوشش کی ہے کہ جو جملے ماضی میں محض بولے یا سنے جاتے تھے وہ مستقبل میں عملاً بھی ہونے لگیں گے اور لوگ دیکھا دیکھی دوسروں کی نقل کر کے صرف چہرے ہی پر توجہ دیں گے یعنی مزاح نگار نے کس خوبصورتی سے معاشرہ کے مصنوعی پن کو بیان کیا ہے، بذریعہ سیاہ مزاح یہاں یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ سائنسی ایجاد زندگی کی اندر آسانیاں پیدا کرنے کے لئے ہوتی ہے۔

مگر معاشرہ جہالت کی بدولت اسے اپنے لیے مصیبت بنالیتا ہے اور اس مصیبت سے نکلنے کے لئے خود ہی قانون بناتا رہتا ہے ہمارا معاشرہ لاحاصل محنت کے پیچھے لگا ہوا ہے لوگوں کی اکثریت بجائے جدید اور نئی و منفرد

ایجاد سے فائدہ اٹھانے کے یہ اسی ایجاد کی بدولت مسائل میں گِر جاتے ہیں۔ قوانین بنانے والے لوگ مسائل کو سِرے سے ختم کرنے کی بجائے نت نئے قانون متعارف کروانا شروع کر دیتے ہیں۔ مزاح نگار گل نوخیز نے بذریعہ سیاح مزاح ظلم کی حقیقت کی طرف توجہ دلائی، مثال دیکھیے:

"حسرت ہے کہ دنیا سر لگانے کا پلان بنا رہی ہے اور ہم سر اتارنے کی مہم پر نکلے ہوئے ہیں۔ یہ جو روز ہمارے ہاں سر اتارے جا رہے ہیں کیا یہ بھی واپس لگ سکیں گے؟ یہ کٹے ہوئے سر اپنے ہی دھڑ پہ دوبارہ سج سکیں گے یا ان کی قسمت میں انتہا پسندوں کے ہاتھوں فٹبال بنا ہی لکھا ہے"۔ (۲۷)

اسلوب کی درستی اور مناسب موقع پر مزاح کا استعمال زبان کو نیا رنگ دیتا ہے اور سماجی رابطوں میں ایک خاص توانائی پیدا کرتا ہے۔ مزاح میں جو زبان استعمال کی جاتی ہے، وہ نہ صرف تفریحی ہوتی ہے بلکہ اس میں لطیف تنقید، طنز یا سماجی حقیقتوں کی جھلک بھی شامل ہوتی ہے جو کہ فطری طور پر گہرا اثر چھوڑتی ہے۔
جیسا کہ ڈاکٹر راؤف پاریکھ اپنی کتاب میں بھی مزاح کے اندر زبان کو اہمیت دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"چونکہ مزاح بڑی حد تک زبان کے استعمال اور اسلوب سے پیدا ہوتا ہے" (۲۸)

سیاہ مزاح زبان کے کمال سے تلخ موضوعات کو عام قاری تک پہنچاتا ہے یہ مزاح دراصل معاشرے کے ٹیڑھے پن کی بدصورتی کو چھپانے کا ہتھیار ہونے کے ناطے جیسے ہنسی کی بازگشت میں آنسو ٹپک رہتے ہوتے ہیں یوں اردو ادب میں موئثر مزاح وہی ہے جو مزاحیہ تحریر ہونے کے باوجود دل میں درد محسوس کروائے یعنی اس میں کمال زبان و اسلوب ہے یوں مزاح در حقیقت زبان و اسلوب کا مرہون منت ہے۔ یہ ایک فن ہے جو زبان اور اسلوب کے ذریعے اپنی تاثیر ظاہر کرتا ہے۔ مزاح صرف لفظوں کا انتخاب نہیں بلکہ ان کے استعمال کا بھی معاملہ ہے۔ ایک اچھا مزاح زبان کی چالبازی، تخلیقیت اور حقیقت کے ساتھ گہری وابستگی رکھتا ہے، جو سامعین کو نہ صرف ہنسانے بلکہ سوچنے پر بھی مجبور کرتا ہے۔

۳۔ بیانیہ مزاح

یہ وہ مزاح ہوتا ہے جس میں تشبیہ استعارہ وغیرہ کے ذریعے ایک بات کو کئی (علم) طریقوں سے ظاہر کرتے ہیں جس سے نہ صرف ہنسی پیدا ہوتی ہے بلکہ سامعین یا قارئین کی دلچسپی بھی برقرار رہتی ہے۔ اس سے

متعلق ڈاکٹر خالد محمود نے تحریر کردہ "اردو ادب میں طنز و مزاح کی روایت" میں تعریف یوں کی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

> "اسے بروئے کار لانے کے لئے فنکار چند حربوں کا استعمال کرتا ہے مثلا اس مقصد کے لیے کبھی وہ تضمین، محاورہ بندی، لفظوں کے الٹ پھیر اور اس جیسے بعض دوسرے لفظی وخارجی وسائل کا سہارا لیتا ہے اور کبھی الفاظ کے بجائے موضوع کی ناہمواریوں کے فنکارانہ بیان کے ذریعے بیانیہ مذاح کے خلق کی کوشش کرتا ہے۔اول الذکر کا حسن و جمال کسی خاص لفظ، جملے یا فقرے کا رہینِ منت ہوتا ہے۔اس کے برعکس ثانی الذکر میں از اوّل تا آخر مزاح کی روح جاری و ساری نظر آتی ہے ساتھ ہی اس میں زیادہ فنی پختگی کی بھی ضرورت ہوتی ہے اس لئے اہلِ فن طنز و مزاح کی قسموں میں اس کو فائق تصور کرتے ہیں۔"(۲۹)

مزاح نگار گل نوخیز اختر نے بیانیہ مزاح کے ساتھ اپنی کتاب "نسخہ ھائے مزاح" میں بعنوان "خواتین کی ڈرائیونگ" لکھا تحقیق سے جانا کہ بیانیہ مزاح (narrative humour) میں مزاح نگاروں نے مختلف اجزاء استعمال کیے ہیں جیسا کہ مضحکہ خیز کردار جن میں اکثر کردار مضحکہ خیز یا غیر معمولی حرکتیں یا باتوں سے مزاح پیدا کرتے ہیں غلط فہمی یا تضاد کا استعمال کیا ہے کیونکہ مزاح اکثر تضاد یا غلط فہمی سے پیدا ہوتا ہے جیسے کسی کردار کی نیت یا عمل کا دوسرے کردار غلط مطلب نکال لے یا خود کو کسی مشکل میں ڈال لے۔اس طرح کہانی کا پلاٹ کے ذریعے بھی بیانیہ مزاح پیدا کیا گیا ہے پلاٹ دلچسپ اور غیر متوقع ہوتا ہے پلاٹ میں تبدیلیاں پیچیدگیاں یا غیر متوقع موڑ ہنسی پیدا کرتے ہیں۔مزاح نگاروں نے مبالغہ آرائی سے بیانیہ مزاح پیدا کیا ہے جیسے کسی معمولی واقعہ یا مسئلے کو غیر معمولی حد تک بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے یعنی یہ اجزاء ایک ساتھ مل کر بیانیہ مزاح کو تخلیق کرتے ہیں۔

۴۔ بے معنی مزاح

بے معنی مزاح محض جواب دینے کی غرض سے کیا جاتا ہے جو کہ جواب بے تکا، بے ڈھنگا یا بے موقع ہوتا ہے۔بے معنی مزاح وہ مزاح ہوتا ہے جس میں کوئی گہرا پیغام، مقصد یا معنویت نہیں ہوتی۔یہ صرف ہنسی کے

لیے کہا جاتا ہے اور اس میں کوئی فکری یا تخلیقی عنصر شامل نہیں ہوتا۔ بے معنی مزاح کا کوئی واضح مقصد نہیں ہوتا، اور یہ محض وقت گزاری یا سطحی خوشی کے لیے ہوتا ہے۔ اس قسم کا مزاح اکثر بے جا اور بے ساختہ ہوتا ہے، اور یہ سماجی تعلقات میں گہرائی یا سچائی پیدا کرنے کی بجائے صرف سطحی رد عمل پیدا کرتا ہے۔

بے معنی مزاح جب زیادہ ہو، تو یہ سنجیدہ گفتگو یا حالات کو ہلکا کر دیتا ہے اور لوگوں کی توجہ کو اصل مسائل پر اصلاح نہیں پڑتی اس مزاح کو موئثر نہیں گردانا جاتا یوں یہ قاری کو نہ تو سوچنے کی ترغیب دیتا ہے نہ ہی کسی بہتر مقصد کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اچھا مزاح ہمیشہ معنی خیز اور گہرا ہوتا ہے، جو لوگوں کو خوش کرنے کے ساتھ ساتھ ایک مثبت یا اس سے متعلق ڈاکٹر خواجہ عبد الغفور کی تعریف ملاحظہ فرمائیں۔۔

> "بے موقع، غیر متعلق، غلط سلط مذاق کر کے خود ہی ہنسی کا نشانہ اور مرکز بن جانا بے معنی مزاح ہے۔ یہ ایک طرح کا اپنے آپ سے فرار ہے۔ حماقت کا مرقع اور بے ڈھنگے پن کی تصویر۔ اس قسم کا مزاح بالعموم کسی غیر معقول سوال اور اس کے اتنے ہی بے معنی جواب سے پیدا ہوتا ہے۔ کہنے والا سمجھتا ہے کہ اس نے بڑا اچھا مذاق کیا ہے اور سننے والا اس کی کم عقلی پر ہنستا ہے۔ اس قسم کا مزاح اکثر و بیشتر سوال و جواب کی شکل میں ہوتا ہے۔ اس کو سن کر طبیعت میں انقباض پیدا ہوتا ہے۔ کڑوا کسیلا ذائقہ منہ میں رہ جاتا ہے۔"[۳۰]

مثال کے طور پر

ماں : بیٹی آپ نے اب سے باقاعدہ پڑھنا ہے"۔

بیٹی: "اماں قاعدہ تو میں پڑھ چکی ہوں اب باپڑھا کروں گی"۔

سوال: تمہاری گھڑی کیا وقت بتاتی ہے؟

جواب: بتاتی کہاں ہے خود ہی دیکھنا لینا پڑتا ہے۔

سوال: دو روٹیاں کیوں کھاتے ہو؟

جواب: ڈاکٹر نے مجھ کو ڈبل روٹی کھانے کو کہا ہے۔

مجموعی حوالے سے دیکھا جائے تو منتخب مزاح نگاروں نے مزاح کی اقسام کی روشنی میں موضوعات کو منتخب کرتے ہوئے اصلاح کا علم بلند کیا ہے۔ مصنفین نے نہ صرف معاشرے میں پائے جانے والی اخلاقی برائیوں کو نشانہ ہدف بنایا بلکہ حسِ ظرافت کے ذریعے انھیں روکنے کی بھرپور کوشش کی ہے مزاح نگار مزاحیہ انداز اپنانے کے ساتھ ساتھ مزاح کی مختلف صورتوں کی بدولت اپنی بزم کو سجائے نظر آتے ہیں۔

مزاح حقیقت میں تہذیب کا ایک اہم جز ہے۔ یہ نہ صرف لوگوں کے درمیان خوشگوار تعلقات کو فروغ دیتا ہے بلکہ تہذیب و تمدن کی نشاندہی بھی کرتا ہے۔ جب مزاح سنجیدہ، باادب اور موقع محل کے مطابق ہوتا ہے تو یہ انسانی تعلقات میں لطافت اور احترام پیدا کرتا ہے۔ اچھا مزاح افراد کی ذہنیت، ادب اور تہذیب کو ظاہر کرتا ہے، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ کہاں اور کب ہنسی مذاق کرنا مناسب ہے اور کب سنجیدگی کی ضرورت ہے۔ اس طرح مزاح نہ صرف ہنسنے کا ذریعہ بنتا ہے بلکہ لوگوں کے دلوں میں محبت اور احترام بھی بڑھاتا ہے گویا مزاح انسانی زندگی کا لازم جز ہے ، یہ انسان کے جذبات، ذہن اور روح کو توازن میں رکھتا ہے۔ زندگی کے چیلنجز، مشکلات اور تکالیف کے درمیان مزاح ایک جادوئی عنصر ہے جو ہمیں ہنسنے، لطف اندوز ہونے اور حالات کا مقابلہ کرنے کی طاقت دیتا ہے۔

تحقیق سے معلوم ہوا کہ مزاح کو انگریزی میں (Humour) کے نام سے پکارتے ہیں جو ایک ایسا فطرتی جھکاؤ ہے جس میں انسانی جبلت و فطری جذبۂ خندہ کو نہایت قرینے سے بنی نوع کے درمیان، مجالس کے اندر، مقام ،وقت اور تعلقات کے درمیان جگہ دی جاتی ہے۔ مزاح یعنی حسِ ظرافت کسی چیز میں ایک خوبی ہے جو آپ کو ہنساتی ہے، مثال کے طور پر کسی صورت حال میں، کسی کے الفاظ یا عمل میں، یا کسی کتاب یا فلم میں۔ یوں مضحکہ خیز چیزوں سے خوش ہونے کی صلاحیت مزاح ہے۔ ثابت ہوا کہ ظرافت یا مزاحیہ مواد کا مقصد یا دائرہء کار صرف ہنسی پیدا کرنے تک ہی محدود نہیں رہتا بلکہ ظرافت لوگوں کی زندگیوں میں موجود کھردرے پن کو کچھ اس طرح نقاب کشائی یا بے حجاب کرتی ہے کہ معزز پڑھنے والے اس کے اثر کو داد دیے بغیر نہیں رہ سکتے۔

حوالہ جات

۱۔ اشفاق احمد ورک، ڈاکٹر، اُردو نثر میں طنز و مزاح، فرسٹ فلور، الحمد مارکیٹ اُردو بازار لاہور، ص،۱۸-۱۹

۲۔ خواجہ عبدالحمید یزدانی، ڈاکٹر، فارسی شاعری میں طنز و مزاح، ماڈرن پبلشنگ ھائوس گولا مارکیٹ، دریا گنج، نئی دہلی، ص۷

۳۔ اشفاق احمد ورک، ڈاکٹر، اُردو نثر میں طنز و مزاح، ص،۷۱

۴۔ خواجہ عبد الغفور، طنز و مزاح کا تنقیدی جائزہ، ماڈرن پبلشنگ ھائوس گولا مارکیٹ، دریا گنج، نئی د ہلی، ص،۷۲

۵۔ وزیر آغا ڈاکٹر، اردو ادب میں طنز و مزاح، مکتبہ عالیہ اُردو بازار لاہور، اشاعت نہم، ص۲۶

۶۔ ایضاً ص۲۷

۷۔ اظہر الغّات جامع اردو، مرتبہ: الحاج محمد امین بھٹی، اظہر پبلشرز، لاہور، ص۱۰۲۰

۸۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز لاہور، اشاعت ہفتم، ۱۹۸۱، ص۸۸۶

۹۔ فیروز اللغات اُردو، جامع نیااِڈیشن، فروز سنز اُردو بازار، لاہور، ص،۱۲۳۷

10. https://www.rekhtadictionary.com/meaning-of-mizaah?lang=ur

Stephen Leacock – Humour & Humanity p.11-1

۱۲۔ راؤف پاریکھ، ڈاکٹر، اردو نثر میں مزاح نگاری کا سیاسی اور سماجی پسِ منظر، انجمن ترقی اردو، کراچی، س۔ن۔ ص۱۲

۱۳۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، اردو ادب میں طنز و مزاح، ص۲۶،۲۵

۱۴۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، ادب کلچر اور مسائل، مرتب خاور جمیل، ص ۳۱۹،۳۲۰

۱۵۔ وزیر آغا ڈاکٹر، اردو ادب میں طنز و مزاح، ص، ۳۵۲

۱۶۔ خواجہ عبدالغفور، ڈاکٹر، طنز و مزاح کا تنقیدی جائزہ، ص۱۳۸

۱۷۔ راؤف پاریکھ، ڈاکٹر، اردو نثر میں مزاح نگاری کا سیاسی اور سماجی پسِ منظر، ص۱۲

۱۸۔ وحید قریشی، ڈاکٹر، اُردو نثر کے میلانات، ص۴۱۔ ۴۳(راؤف پاریکھ، سیاسی پسِ منظر، ص۱۱)

۱۹۔ احتشام حسین، پروفیسر، تنقید اور عملی تنقید، دیلی، ص۳۸، ۱۹۵۲(مزاحیہ شاعری، ۱۲)

۲۰۔ طاہر تونسوی، ڈاکٹر، طنز و مزاح تاریخ تنقید، ۱۱انصاری مارکیٹ، نئی دہلی، ۱۹۸۶، ص۱۲۱

۲۱۔ وزیر آغا ڈاکٹر، اردو ادب میں طنز و مزاح، ص ۴۰۔۴۱

۲۲۔ خواجہ عبد الغفور، طنز و مزاح کا تنقیدی جائزہ،، ص،۲۹

۲۳۔ اشفاق احمد ورک، ڈاکٹر، اُردو نثر میں طنز و مزاح، ص،۴۱

۲۴۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر تاریخ"، تیسواں ایڈیشن، سنگ میل پبلشر لاہور، ۲۰۱۳، ص، ۶۸۱

۲۵۔ Director,Terry Jones, مزاحیہ فلم Monty Python's Life of Brian،UK,1979

۲۶۔ وحید الرحمٰن خان، اُردو طنز و ظرافت فن و روایات، کتاب سرائے، فرسٹ فلور، الحمد مارکیٹ، لاہور، ص،۱۶۸

۲۷۔ گل نوحیز اختر، مزاح نگار، کتاب "شرارتی" ساگر پبلشرز، الحمد مارکیٹ لاہور، ۲۰۲۱، ص ۲۳۶

۲۸۔ ڈاکٹر راؤف پاریکھ اپنی کتاب "اردو نثر میں مزاح نگاری کا سیاسی اور سماجی پس منظر"، ص ۴۵۲

۲۹۔ خالد محمود ڈاکٹر مرتب، اردو ادب میں طنز و مزاح کی روایت، اردو اکادمی دہلی، ص ۱۹۶

۳۰۔ خواجہ عبد الغفور، ڈاکٹر، طنز و مزاح کا تنقیدی جائزہ، ص ۳۱

باب دوم:

منتخب مزاح نگاروں کی تحریروں میں واقعاتی اور کرداری مزاح کی تیکنیک

درحقیقت اللہ سبحان و تعالیٰ کی اس کائنات میں ابتداء ہی سے بنیادی رنگ صرف تین تھے۔ سرخ، نیلا اور زرد۔ مگر انسان نے اپنے ذوق و شوق سے انہی رنگوں کے کم و بیش بہار رنگ، امتزاج و نت نئے تجربات بنا کر اِن گنت رنگوں میں تبدیل کر دیا ہے۔ ایسے مزاح کی بنیاد خوش طبعی تخلیق کرنا ہے اور مزاح کو مزید کامیاب بنانے کے لیے انسان نے مزاحیہ حربے یا مزاحیہ صورتیں اور تکنیکوں کو ایجاد کیا ہے یعنی اس لحاظ سے اس کے کئی ایک شیڈ Shade تیار کیے ہیں یوں مزاح کی مختلف صورتیں، تکنیکیں، ہتھیار یا حربے سامنے آئے ہیں جن کا جائزہ لیا گیا ہے۔

دورانِ تحقیق پتہ چلا کہ منتخب مزاح نگاروں نے تحریروں میں واقعاتی اور کرداری مزاح کی تیکنیک کا بخوبی استعمال کیا ہے۔ جیسا کہ مُنتخب مزاح نگار گل نوخیز اختر کی حالیہ کتاب "نسخہ ہائے مزاح" کے پس ورق پر عطاء الحق قاسمی نے لکھا:

> "آج میری طرح دنیا بھی گل نوخیز کی تحریروں کی فین ہے۔ جملوں کی چستی اور برجستگی نے نوخیز کے مزاح کو ایک الگ ہی راہ میں نمایاں کر دیا ہے۔ بلاشبہ نوجوان مزاح نگاروں میں وہ اس وقت صف اوّل کا شاہ سوار ہے۔ اسے قہقہوں کی کیمسٹری کا پورا علم ہے۔ اور یہ بھی کہ مسکراہٹوں بھری تحریر کے اندر سے کیسے ایک بھرپور پیغام پڑھنے والوں تک پہنچانا ہے۔ آنے والے عہد میں اردو مزاح نگاری کی تاریخ گل نوخیز اختر کے تذکرے کے بغیر نا مکمل رہے گی"۔ (1)

مزاح نگار گل نوخیز اختر کی ایک کتاب "نسخہ ہائے مزاح" اور دوسری کتاب "شرارتی" کو تحقیق کے لیے منتخب کیا گیا ہے۔ شرارتی" گل نوخیز اختر کی تیسری طنزیہ و مزاحیہ کتاب ہے۔ یہ کتاب مزاح نگار گل نوخیز اختر کا نام، فن اور شخصیت کی مکمل درست عکاسی کرتی ہے۔ کتاب کا نام تو چونکا دینے والا ہے ہی اس کے ساتھ کتاب کے اوپر جو جلی حروف میں لکھا ہے جو قارئین کی توجہ ایک دم اپنی طرف مبذول کروالیتا ہے:

"خبر دار! کمزور دل کے افراد اس کتاب کو ضرور پڑھیں۔"(۲)

منتخب مزاح نگاروں میں دوسرا نام مزاح نگار اقرار حسین ہیں۔ مزاح نگار کے مزاحیہ شعلہ بافی انداز سے متعلق معروف ادیب اشفاق احمد لکھتے ہیں:

"بارے اقرار حسین شیخ نے پھر سے طنز و مزاح کو گمشدہ راستے پر گامزن کرنے کی سعی کی، تحریر میں دلکشی جیسی اوصاف ان کے دوسرے مضامین میں بھی ہیں، جن میں ایک خاص قسم کی مقصدیت کو مزاح کے ریشمی پردے میں اس طرح چپکا دیا ہے کہ جب تک چشمہ باطن واہ نہ ہو ان رموز تک رسائی ممکن نہیں۔ میں اس خداداد صلاحیت پر اقرار حسین شیخ کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں"۔(۳)

آپ کی لاجواب مزاحیہ خاکہ نگاری پر ڈاکٹر توصیف تبسم نے ۲۰۱۷ میں بعنوان "خاکہ نگاری اور اقرار حسین شیخ" کتاب لکھی۔ جس میں ڈاکٹر صاحب نے بہترین الفاظ میں مزاح نگار کو داد دی، دورانِ تحقیق پتا چلا کہ منتخب مزاح نگار بنیادی طور پر اعلیٰ پایہ کا مزاح تخلیق کرتے ہیں۔ ان کے موضوعات میں بڑی وسعت و ورائٹی رکھتے ہیں۔ شاملِ تحقیق ان کی مزاحیہ تخلیق" عقل بڑی کہ بیوی" پڑھی تو اندازہ ہوا کہ آپ الفاظ کو جوڑ کر جملہ بنانے کا فن جانتے ہیں۔ پھر یکے کے بعد ان کی دیگرے تخلیقات کی طرح "اور مجھے اسلام آباد سے بچاؤ" بھی قارئین کی داد تحسین ہے۔

تحقیق سے معلوم ہوا کہ مزاح نگار اقرار حسین شیخ نے بھی اکثر خاکہ نگاروں کی طرح عام و خاص دونوں طرح کی شخصیات پر خاکے رقم کیے ہیں۔ اس حوالے سے بنیادی طور پر تین طرح کی شخصیات پر خاکے لکھے گئے ہیں۔ اوّل اسلام آباد کی نامور ادبی شخصیات، دوم، رشتہ دار اور دوست، سوم، عوام الناس۔ مزاح نگار اس خداداد صلاحیت سے اپنی جتنی کتابیں لکھ چکے ہیں وہ نا صرف قابل رشک ہیں بلکہ باعث حیرت بھی ہیں اس کے ساتھ ساتھ آپ ایک طرف محقق ہیں اور دوسری طرف ایک صاحب طرز تخلیق کار ہیں۔ زیرِ تحقیق مواد میں شامل مضامین اپنی نوعیت اور کیفیت کے لحاظ سے نہ صرف اعلیٰ پایہء مزاح کا نمونہ ہیں بلکہ طنز کی چٹکی اور حالاتِ حاضرہ کی خنکی سے بھرپور مزاحیہ تحریر ہے۔

بذریعہ تحقیق معلوم ہوا کہ مزاح نگاروں کا مقصود کبھی بھی قاری کو مایوس کرنا یا نقصان پہنچانا نہیں ہوتا بلکہ ہر صورت کوشش ہوتی ہے کہ مزاح نگار غیر آہنگ خود بینی وخود نمائی کے مظاہرے کا نظارہ یا کرتب خود دیکھتے ہوئے دوسروں کو بھی دکھائے اور ان سے حظ اُٹھانے کا سامان فراہم کرے۔یعنی مزاح نگاری ایک صبر آزما کام ہے، ہمیشہ مزاح نگار پہلے قاری کی سوچ کو متحرک کرتا ہے یعنی سوچ کے لئے غذا مہیا کرتا ہے۔مزاحیہ تخلیق اگر ہنسی کو جنم نہ دے سکے تو مضحکہ خیز نظر آئے گی لہذا مزاح نگاری پُرخار راستے یا پل صراط سے گزرنے کا عمل ہے اور پلِ صراط سے گزرنا کسی آزمائش جیسا ہے بالکل اسی طرح مزاح نگاری کا فن ہے۔

الغرض یہ کہ معاصر مزاح نگاروں نے مزاح کی عمارت کو مزاحیہ صورتوں، مزاحیہ حربوں، کیفیات، مراحل کے ساتھ مزین کیا ہے، جن میں سب سے پہلا حربہ:

ا۔ مزاحیہ کردار

مزاحیہ نثر نگاری میں ظرافت کا قدیم، پرانا و مقبول ترین حربہ مزاحیہ کردار ہیں یہ کردار اپنی غیر معمولی حرکات وخصوصیات کی وجہ سے مقبول ہوتے ہیں یہ مزاحیہ کردار اس لیے کہلاتے ہیں کہ یہ معاشرے کے ساتھ تہذیب میں چلنے کی بجائے عجیب و غریب حرکات و سکنات کرتے دکھائی دیتے ہیں۔جس کے نتیجے میں ہنسی اور ظرافت کی ایسی چنگاریاں نکلتی ہیں جو ادب یا نثر کے ماحول کو جگمگائے رکھتی ہیں ایک کامیاب کردار مزاح نگار کی شخصیت اور فن کے ساتھ ساتھ پروان چڑھتا ہے اکثر اوقات یہ کردار مزاح نگار کی خود کی تخلیق کردہ تصویر ہوتے ہیں اور فنکار لڑائی جھگڑے کے ڈر سے جن باتوں کو براہ راست قاری تک نہیں پہنچا سکتے وہ یوں ان کرداروں کی شخصیت کا حصہ بنا کر پیش کرتے ہیں کچھ مزاحیہ کردار تو ہماری فضا میں موجود ہوتے ہیں مگر کچھ مصور کا اپنا تخیل ہوتے ہیں۔

منتخب مزاح نگار اقرار حسین شیخ کے مزاحیہ کردار سے متعلق تحقیق سے پتا چلا ہے کہ اقرار حسین شیخ نے مزاحیہ کردار نگاری کو سنجیدہ نہیں بلکہ مزاحیہ صنف کے طور پر اپنایا ہے۔وہ تصور و تخیل کی پرواز سے آسمان کی بلندیوں کو چھونے کے ساتھ ساتھ اپنے ممدوح کی زندگی کے خاص اور اہم واقعات اور خصوصیات کو حقیقی رنگ میں یکجا کر کے کمالِ فن سے مزاحیہ انداز سے زمینی دنیا کے خاکے لکھتے ہوئے وہ پر تاثیر اور حقیقت کے قریب ہیں۔مثال کے طور پر مزاح نگار اقرار حسین شیخ نے بعنوان "اوپن اسکالر میں لکھا ہے:

"سننے سے زیادہ سنانے کی ٹھرک ہے۔ جبھی تو اکیلے بیٹھنا ان کے لئے محال ہے۔ جب اور کوئی نہیں پکڑائی دیتا تو سٹاف کو اپنے چاروں طرف بٹھا لیتے ہیں۔۔۔ان کی زندگی خالی زندگی تھوڑی ہی ہے۔ تجرباتی زندگی ہے اور ہر تجربہ صحت مند ہے۔ان کی صحت اتنی زیادہ نہیں کہ انہیں موٹا کہا جائے یا موٹا تازہ کہہ کر بات ختم کر دی جائے۔ کیونکہ یہ دونوں چیزیں وہاں نہیں ہیں۔۔ویسے بھی ان کی یہ عادت ہے کہ شروع شروع میں سب سے خوشگوار تعلقات رکھتے ہیں اور جب بعد میں انہیں یاد آتا ہے کہ میں تو خیر سے "میں" ہوں تو فوراً "میں سے "ہم" کی طرف لوٹ آتے ہیں۔"(۴)

منتخب مزاحیہ ادیب نے اپنے مزاحیہ کرداروں کی بنت میں ان کی حرکات، اخلاق، انداز، رنگ، ڈھنگ ،رویے وعادات کو اس طرز سے بڑھا چڑھا کر مبالغہ آمیزی تڑکہ لگا کر پیش کیا کہ پڑھتے ہی ماحول میں ظرافت اور بشاشت کی شعاعیں پھیلنے لگتی ہیں مزاحیہ کردار وہ ہوتے ہیں جو ہنسی مزاح پیدا کرنے والے یا کسی کی موجودگی میں مزاحیہ صورتحال پیدا کرنے والے ہوں۔ یہ کردار عام طور پر کہانیوں، ڈراموں، فلموں، اور ٹی وی شوز میں نظر آتے ہیں اور ان کا مقصد لوگوں کو تفریح فراہم کرنا ہوتا ہے۔ مزاحیہ کردار عموماً اپنی غیر سنجیدہ باتوں، عجیب و غریب حرکتوں، یا عجیب و غریب حالات میں پھنس کر لوگوں کو ہنسانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر جو مذاق، باتوں کی مصلحت، یا عجیب حرکتوں کے ذریعے مزاح پیدا کرتا ہے۔

"ڈوڈھ سو" ایک ایسا دوست جو ہر وقت عجیب و غریب حرکتیں کرتا ہے اور دوسروں کو ہنسانے کی کوشش کرتا ہے اور مزاحیہ کردار جو کچھ زیادہ سنجیدہ نہیں ہوتا، لیکن پھر بھی لوگوں کے دل جیت لیتا ہے یوں کردار دلچسپ تفریحی لمحے پیدا کرتا ہے اور دیکھنے والوں کی توجہ کھینچتا ہے مزاح نگار اقرار حسین شیخ نے مزاحیہ کردار "ڈوڈھ سو" کو اس طرح پیش کیا ہے۔ مثلاً

"کالج کے زمانے کا دوست ہے اتفاق سے پڑوسی اور کلاس فیلو بھی تھا کالج میں روم نمبر ۱۵۰ ہونے سے نام بھی ڈیڑھ سو پڑ گیا جو آج بھی اس کی زندگی کے ساتھ ساتھ ہے تنگ پتلون اور فٹ شرٹ پہننا آنکھوں میں سرمہ باقاعدگی سے لگاتا۔ کالج میں سب سے پہلے وارد ہوتا اور سب کو رخصت کر کے جاتا۔(۵)

مزاح نگار اقرار حسین شیخ نے اس مزاحیہ کردار میں متعلقہ نوجوان کو غیر مہذب ظاہر کرتے ہوئے حربہ کے طور پر استعمال کیا ہے جو کہ غیر مہذب ہے غیر مہذب(Uncivilized)ایک ایسا لفظ ہے جو عموماً کسی شخص، گروہ، یا معاشرتی عمل کو غیر معیاری، بے ادب، یا غیر تہذیبی طور تاثر ابھارنے کے لیے ایک مکمل پیکر ہے یوں اس لفظ کی تاثر اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ کسی کے برتاؤ یا طرز زندگی میں وہ اخلاقی یا سماجی اصول نہیں ہیں جو ایک مہذب یا متمدن معاشرتی نظام میں متوقع ہیں۔ غیر مہذب ہونے کی علامات میں شامل ہو سکتی ہیں غیر مہذب رویے کو اکثر سماجی یا ثقافتی حدود کی خلاف ورزی کی اصلاح کے لیے چنا جاتا ہے اور یہ ایک معاشرتی مسئلہ بن سکتا ہے جس کا اثر افراد پر پڑتا ہے یہ پڑھنے کے بعد کہا جا سکتا کہ کردار سیدھا سادہ اور شائستگی سے دور اپنی حرکتیں تہذیب سے گری ہوئی کرتا ہے نہ کھانے پینے کا سلیقہ، نا بات چیت کے آداب سے واقف ہے نہ صرف وہ از خود غلط راستہ پر ہے، بلکہ اچھی بھلی چیز کو غلط بنا دیتا ہے۔ دراصل اس کردار کا حلیہ مزاح نگار نے مجسم احمق دکھایا ہے جس سے یہ ہنسی کا مرکز بن گیا ہے۔

اس بارے میں ڈاکٹر وزیر آغا مزاحیہ کردار کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

> "مزاحیہ کردار میں ایک عام انسان کی سچی لچک کا بھی فقدان ہوتا ہے۔ عام انسان قدم قدم پر اپنے ماحول کے نت نئے تقاضوں کے ساتھ سمجھوتے کرتا ہے۔ اور اپنی حرکات کو ماحول کے ساتھ ہم آہنگ کر کے زندگی کے توازن کو برقرار رکھتا ہے لیکن مزاحیہ کردار سیدھی لکیر پر بے دھڑک چلا جاتا ہے۔ اور ماحول کی طرف سے اپنے کان اور آنکھیں بالکل بند کر لیتا ہے۔"[۶]

مزاحیہ کردار سے متعلقہ مزاح نگار اقرار حسین شیخ کے اس مزاحیہ کردار میں لچک کا فقدان اس بات کی دلیل ہے کہ یہ مزاحیہ کردار متعلقہ حالات میں اپنا ردعمل یا رویہ تبدیل کرنے میں ناکام ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کردار اپنی صورتحال کو ہنسی یا تفریحی انداز میں بدلتا ہے اور اس کی صلاحیت محدود ہو جاتی ہے۔ ایسے کردار عام طور پر بہت سنجیدہ، ٹھوس یا ایک ہی حالت میں پھنسے ہوتے ہیں، جو کہ مزاحیہ کردار میں لچک کا فقدان ہے۔ مزاج کے لحاظ سے یہ کردار کسی بھی صورتحال میں اپنی سخت یا سنجیدہ طبیعت کی وجہ سے ہنسی پیدا کرنے کی

صلاحیت پیدا کر دیتے ہیں یعنی یہ کر دار واقعتاً غیر لچکدار رد عمل کی وجہ سے حالات کو مزاحیہ انداز میں پیش کرتے ہیں اور ان میں آر گینک تبدیلی کا فقدان ہو تا ہے۔

ایک مزاحیہ کر دار کو ایسا ہونا چاہیے جو حالات یا اپنے ارد گرد کے افراد کے رد عمل کے مطابق بدل سکے، لیکن جب وہ ایک ہی رویے یا سٹائل میں جمود کا شکار ہو تا ہے، تو اس کی مزاحیہ تاثیر ختم ہو جاتی ہے۔ مزاحیہ کر دار میں لچک کا نہ ہونا اس کی کامیابی کے لیے ضروری ہو تا ہے، کیونکہ اس سے اس کا رد عمل اور طرز عمل زیادہ دلچسپ اور متنوع ہو سکتا ہے، جو کہ دیکھنے والوں کو ہنسانے اور تفریح فراہم کرنے میں مدد گار ہو تا ہے۔

" ڈوڑھ سو محبوبوں کے معاملے میں خود کفیل تھا۔ محبوب بناتے وقت وہ کبھی بھی شکل و صورت یا مذکر مونث جیسے فضول بکھیڑوں میں نہ پڑ تا۔ مگر افسوس کہ موصوف خود کسی کا محبوب نہ ہوا۔ ڈوڑھ سو کو کسی دل جلے نے مشورہ دیا" تم اگر اپنے مقصد میں کامیابی چاہتے ہو تو زنانہ کالج کے باہر موٹر سائیکل گھماؤ" اور اس نے یہ بات پلے باندھ لی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ڈوڑھ سو مر دانہ کالج میں کم اور زنانہ کے باہر زیادہ دکھائی دینے لگا۔"(۷)

مزاح نگار اقرار حسین شیخ نے اس کر دار کو بیان کرنے میں مبلغ سے کام لیا تا کہ مزاح کی صورت پیدا ہو سکے۔ اور احتیاط کے ساتھ سچائی کا غلبہ بر قرار رکھنے کا خیال بھی کیا۔ یہی نہیں بلکہ ساتھ ساتھ کر دار کی حرکات و سکنات کو تخلیق کیا۔ ڈاکٹر وزیر آغا مزاحیہ کر دار میں مبالغہ کو ترجیح دیتے ہیں اور اس تاثر سے متعلق ڈاکٹر وزیر آغا اپنی تحقیقی کتاب بعنوان طنز و مزاح کے تناظر ان الفاظ کے ساتھ مخاطب ہیں:

"مزاح نگار مزاحیہ کر دار کی تعمیر میں مبالغے سے کام لے تا کہ اس کی معمولی سے معمولی نا ہمواری بھی واضح ہو کر سامنے آ جائے۔" (۸)

منتخب مزاحیہ مصنف گل نوخیز اختر کی کر دار سازی کی منفر د خوبی یہ بھی ہے کہ ان مزاحیہ کر داروں کی ظاہری حالت کو قلم بند کرنے کے ساتھ ساتھ کر داروں کے بطون میں جھانک کر متعلقہ مزاحیہ کر دار کی سوچ و بچار، نظریات و فکر کا نفسیاتی کشمکش کو بھی قاری کے سامنے لاتے ہیں جس کمال فن سے وہ شخصیت یا مزاحیہ کر دار کے ظاہری پہلوؤں کے ساتھ ساتھ مخفی سوچ فکر کو عیاں کر تا ہے گویا مصنف نفسیات کے علم کی مکمل واقفیت رکھتا ہو اور تحریر کر دہ مزاحیہ فرد کے صفاتی نام والقاب سے بھی کر دار کی جھلک کو نمایاں کیا گیا ہے۔ مزاح نگار نے اپنے

قلم سے بذریعہ کردار شکیلہ سے معاشرے کی حالت کو بخوبی نمایاں کیا کہ لوگ بغیر علم و فہم کے اپنا ذاتی نقصان کرنے سے باز نہیں آتے۔ معاشرے میں قدم قدم پر شکیلہ ڈاکٹرائن جیسے کردار ملتے ہیں۔

اس مزاحیہ کردار کی ایک نمایاں خصوصیات یہ بھی ہے کہ یہ ڈاکٹرائن صاحبہ اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرتے ہوئے اپنے ہر قول و فعل کو صحیح سالم اور درست گردانتی ہے یوں اس کردار کا یہ طرز عمل، عادات، افعال و قول میں کوئی غیر معمولی مزاحیہ صورتحال تو نظر نہیں آتی لیکن اس کردار کی یہ ہٹ دھرمی اپنے اندر سبق آموز مزاحیہ پہلو رکھتی ہے مثلاً یہ مئونث منتخب کردہ کردار اپنی ہٹ دھرمی و سخت رویے کی وجہ سے اپنی رائے ،موقف اور سوچ کو دوسروں پر مسلط کرنا چاہتی ہے۔ اس کے اس انداز سے ماحول میں دراڑ یا کھچاؤ ہی پیدا کیوں نہ ہو رہا ہو، اس کردار کی ہٹ دھرمی ایک ایسی ضد کی نوعیت والا رویہ ہے جس میں مزاح نگار نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ اس کے خیالات یا فیصلے اس کی سوچ سے جڑے ہوئے ہیں یوں یہ کردار کسی بھی طرح کی دلیل یا مشورے کو پشت ڈال دیتی ہے۔

مزاح نگار نے بھی کردار ڈاکٹرئن کی عمدہ کردار سازی کی ہے۔ مزاحیہ انداز میں لکھتے ہیں:

> " شکیلہ ہمارے علاقے کی دائی تھی لیکن چونکہ پیچیدہ امراض مثلا، نزلہ، کھانسی اور سر درد کا علاج بھی کر لیتی تھی لہذا محلے کی ساری عورتیں اسے "ڈاکٹرائن" شکیلہ کہتی تھیں۔ شکیلہ کو خود بھی ڈاکٹرائن کہلانا پسند تھا۔ ایسی پھکی تیار کرتی تھی کہ پتھر ہضم ،لوہا ہضم۔ آج بھی شکیلہ جیسی سرجری لاجواب ہے۔ محلے میں کسی بچے کو شیشہ چبھ جاتا تو شکیلہ کمال مہارت سے محض ایک سوئی کی مدد سے بغیر مریض کو بے ہوش کیے نہ صرف شیشہ نکال لیتی بلکہ بعد میں زخم پر راکھ لپیٹ کر پرانے کپڑے کی پٹی کر دیتی۔ "(۹)

یہ کردار اپنی بات پر اصرار کرتی ہے یعنی ہٹ دھرم شخص کسی بھی صورتحال میں اپنی رائے یا موقف پر قائم رہتا ہے اور دوسروں کی باتوں یا تجاویز کو سننے کے لیے تیار نہیں ہوتا، دوسروں کی رائے کو نظر انداز کرنا اور اس کو دوسروں کی رائے یا مشورے اہم نہیں لگتے اور وہ اپنی ہی سوچ میں پھنس کر رہتا ہے۔ ہٹ دھرمی اکثر غصہ یا ضد کے ساتھ جڑی ہوتی ہے۔ ایسا کردار اپنے موقف سے پیچھے نہیں ہٹتا اور اکثر چڑچڑا ہو جاتا ہے ایسا کردار کو یہ نہیں خیال آتا کہ اس کی ضد یا اصرار سے کسی کو نقصان پہنچ سکتا ہے، یا اس کے عمل کے منفی نتائج ہو سکتے ہیں۔

لہذا مزاح نگار نے کردار کے وسیلے سے یہ پیغام دینا چاہا ہے کہ اگر کوئی شخص پرانی روش چھوڑ کر کو نئے ماحول، وقت اور نئی سوچ کے ساتھ خود کو نہیں ڈھال سکتا تو وہ نہ صرف خود گمراہ کے دلدل میں پھنسا ہے بلکہ اپنے ساتھ دوسروں کو بھی گمراہ کر کے مشکلات کو دعوت دیتا ہے مثلاً

> "دماغی بیماریوں کا علاج بھی شکیلہ پر ختم تھا۔ یادداشت کمزور ہو جاتی تو شکیلہ دو بوتلیں لال شربت کی دیتی اور تاکید کرتی کہ ہر گھنٹے بعد دو چمچ پینے ہیں۔۔۔۔۔۔ اور مریض کی یادداشت چار گھنٹے بعد ہی اتنی تیز ہو جاتی کہ اسے بخوبی یاد رہتا کہ اس نے لال شربت والی بوتل کے قریب بھی نہیں بھٹکنا۔ااورایک انتہائی مشکل مرض کا بغیر دوائی علاج کیا تھا۔ خالہ حمیداں اپنے چار سالہ نواسے کا بتایا کہ یہ انگوٹھا چوسنا نہیں چھوڑ رہا، ڈاکٹرائن نے کچھ لمحے سوچا، پھر ببلو کی نیکر کا الاسٹک ڈھیلا کر دیا اور کہنے لگی" جاؤ! اب یہ کبھی انگوٹھا نہیں چوسے گا"۔ خدا گواہ ہے اس کے بعد ببلو انگوٹھا چوسنے کے لئے ہاتھ اوپر کرتا۔۔۔ فوراً نیچے کر لیتا۔۔۔!!![۱۰]

اس اقتباس کو پڑھنے کے بعد قاری کے سامنے فنی عکس پیدا ہوا کہ مزاح نگار اس کردار کے ذریعے سے سب کچھ دیکھتا، سنتا، سہتا، اور سہلاتا جا رہا ہے۔ اور فضا میں اپنے سارے رنگ بکھیر کر ہمیں بطور اصلاح ایک نئی سوچ، نیا خیال کی پتنگ تھما دیتا ہے یعنی اس مزاحیہ کردار کی مستقل مزاجی کے ذریعے مصنف نے پیغام دینا چاہا کہ لوگوں کی لاعلمی اور حماقت کا یہ عالم ہے کہ بجائے جہالت میں کمی کرنے کے غلط چیز کو عقیدت سے دن دگنی رات چگنی ترقی دی جاتی ہے۔ اور اس میں معاشرہ خود حصہ دار بنتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ معاشرہ کی جہالت سے اس کردار کا طریقۂ علاج وسیع تر ہوتا جا رہا ہے جس سے ہر روز نت نئے مسائل و بیماریاں جنم لے رہی ہیں اس اندھی تقلید میں معاشرہ کا ہر طبقہ، عام آدمی سے لے کر بڑے، بوڑھے، پڑھے لکھے سبھی جہالت کا ساتھ دیتے ہیں۔ وہ ایسے کہ:

> "اب وہ دانتوں اور آنکھوں کا بھی علاج کرنے لگی تھی۔ کسی خاتون کی دانت میں شدید درد ہوتا تو وہ اسے پاؤں پر ملنے کے لئے لومڑی کے بال دیتی، لومڑی کے بال اگر پاؤں پر مل لیے جائیں تو دنیا جہاں کی تکلیفیں بھول جاتی ہیں اور بندہ پورے اہتمام کے ساتھ دن رات صرف پاؤں کھجانے میں مصروف رہتا ہے۔"۔[۲۵]

مزاح نگار نے طنزیہ شکوہ کرتے ہوئے کہا کہ ہسپتال والے اس کی قدر نہیں کرتے، اگر وہ باہر کے ملک میں ہوتی تو لوگ اسے سونے کا تاج پہناتے۔ یہ بالکل ٹھیک ہے اس کے علاج سے ایسے ایسے مریض ٹھیک ہوتے دیکھا جس کے بارے میں گھر والے بھی پُر امید تھے کہ نہیں بچے گا۔ کہنے کو تو شکیلہ ڈاکٹر ائن تھی لیکن وہ خواتین کے علاوہ بزرگوں وغیرہ کا بھی علاج کر دیتی تھی۔ سارے محلے کے بزرگ قائل تھے کہ شکیلہ کے ہاتھ میں بڑی شفا ہے۔

مزاح نگار نے مزاحیہ کردار کی مستقل مزاجی دکھائی چنانچہ یوں مزاح نگار نے اپنی فنی مہارت کے ساتھ اس کردار کو متعدد سخت رویوں کے ساتھ نبرد آزما ہوتا ہوا دکھایا ہے مصنف نے کمالِ ہنر سے تحریر میں واقعہ کی نمود کو قاری کے سامنے لایا ہے اور ساتھ ہی ساتھ سبق دینا چاہا کہ ایسے لوگ معاشرے میں ہم اہنگ نہیں ہو سکتے اور نہ ہی حالات کی تبدیلی کو قبول کرتے ہیں لہذا عقل و فہم رکھنے والے افراد کو معاشرے میں اصلاح کرنی چاہیے اس نکتہ سے اصلاحی پہلو سامنے آتا ہے۔

مزاح نگار اقرار حسین شیخ نے لیے سوال وجواب کی تکنیک کے ساتھ "میں غالب ہوں" مزاحیہ کردار دکھایا یعنی مزاحیہ کردار تخلیق کر کے یا اس کے سہارے مزاح پیدا کیا ہے لیکن یہ مزاحیہ کردار بھانڈ، نقال یا مسخرہ سے جدا ہے یہ بظاہر نارمل ہے اور محض اس کی حرکات و سکنات سے ہنسی نہیں پیدا کی گئی، بلکہ اس کردار میں ایک حد تک سنجیدگی دکھائی گئی ہے اور سنجیدہ ماحول میں تفریحی کی سی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ مزاح نگار نے اس مزاحیہ کردار کی بناوٹ کو بناوٹی انداز سے تحریر کیا ہے یہ کردار کو مضحکہ خیز صورتحال میں گرا ہوا دکھایا ہے منتخب مزاح نگار نے کتاب "عقل بڑی کے بیوی" میں بذریعہ کردار مکالماتی انداز اختیار کرتے ہوئے مزاح پیدا کیا ہے مثلاً

رات ۰۰:۱۰ گھر پر محفل سخن ہو گئی۔ جس میں آپ نے کوئی تازہ غزل سنانی ہے۔

تازہ غزل!

"ارے میاں اب تازہ آمد کب ہوتی ہے"

سر آپ فکر نہ کریں یہ کام بھی میں نے کروالیا ہے

کیا مطلب؟

ایک تازہ غزل کسی غریب شاعر کو معاوضہ دے کر لکھوالی ہے۔

"یعنی آپ نے کسی غریب کی غربت کو خرید لیا"

چھوڑو سر "یہاں سب بکتے ہیں"۔ (۱۲)

بعد از مطالعہ معلوم ہوا کہ مزاحیہ کردار یا جس شخص پر ہنسا جائے اس کے ارد گرد ایک ہجوم ہوتا ہے اور اس ہنسی کی وجہ سے وہ منفرد نظر آتا ہے ایسا تب ہوتا ہے جب وہ معاشرے کے مقرر کردہ حدود کی بجائے مخالف سمت میں چلتا ہے یہی نہیں بلکہ ہمارے ارد گرد کچھ ہستیاں ایسی بھی ہوتی ہیں جو اپنی لاابالی فطرت یا غیر سنجیدہ حرکات سے سوسائٹی میں قدم سے قدم ملا کر چلنے سے قاصر ہوتی ہیں اور یہ مزاحیہ کردار اپنے مزاحیہ افعال و اقوال کی وجہ سے ہنسی کا مرکز بنے رہتے ہیں ذیل میں مزاح نگار نے بذریعہ کردار "گوری میم" کے مغربی تہذیب کے شیدائی لوگوں پر چوٹ کی ہے، مثال ہے:

"چودھری ولایت حسین ذات کے جٹ ہونے کے مناسبت سے جسامت کے اعتبار سے لمبے چوڑے اور گوری رنگت کے مالک ہیں۔ پانچ سال یورپ میں وہ کثیر تعداد میں "بونڈ" لائے اور پاکستان آکر ان کو "منوں" میں تبدیل کیا۔ وہاں واہ لندن کے غریب آباد سے میم کو بھی اپنے ساتھ لائے ہیں۔" (۱۳)

یہاں مزاح نگار نے بذریعہ اسلوب مغربی کے طور طریقے پر نہایت شائستہ اور شگفتہ طنز کیا ہے یعنی طنز و مزاح میں ہر طرح کے اسلوب اور معیار کا بھی خیال رکھتے ہوئے نہایت شائستہ اور شگفتہ طنز کی مثال دی ہے اور پھکڑ پن کے ادنیٰ نمونے کے ذریعے سے مغربی تہذیب کا مذاق بھی بے شد و مد سے اڑایا ہے ذیل میں مزاح نگار نے بتایا کہ چوہدری ساتھ لائی گئی میم کو مسز چمی کہتے ہیں۔ مسز چمی کوئی پچاس کی دہائی کی ہوگی۔ مس چمی کے میک اَپ میں مشرق و مغرب کا حسین امتزاج واضح دکھائی دیتا ہے اور یوں مزاح نگار نے معاشرے کی عمومی عادت کا ذکر کیا ہے۔ مثال دیکھیے:

"چودھری صاحب جب ساتھ لے کر چلتے تو چوہدری صاحب کی کی چال کیسی شہنشاہ سے کم نہیں ہوتی۔ یوں لگتا جیسے کوئی شہزادہ اپنی فتح یابی پر اپنی ملکہ عالیہ کے ناز اٹھانے جا رہا ہے۔ اور چوہدری اپنی اس وکٹری پر خوش بھی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اس نے انگریزوں سے رشتہ لے کر انہیں مات دے دی ہے۔" (۱۴)

مزاح نگار نے مذکورہ بالا اقتباس میں مغربی رسوم ورواج کو اپنانے سے متعلق جھلک واضح کی ہے اصل میں قدیم ثقافت جب کبھی نئی قوتوں اور جدت پسندی کے مطالبہ کو اپنانے کی کاوش کے برعکس ٹکراؤ میں ایسے حالات اور واقعات سامنے آتے ہیں، جو بعض اوقات غم ناک ہوتے ہیں اور بعض اوقات مضحکہ خیز بھی۔ معاشرہ نے بھی جیسے ہی مغربی رسوم ورواج کو اپنانے کی کوشش کی تو ایسی غلطیوں اور حماقتیں سامنے آئیں ہیں جنہیں مزاح نگار نے اپنے مزاحیہ تاثر میں دکھانے کی کوشش کی ہے۔

۲۔ مزاحیہ خاکہ

مزاحیہ نثر نگاری کے حوالے سے مزاح کا دوسرا بڑا کامیاب حربہ مزاحیہ خاکہ ہے۔ خاکہ قلمی تصویر ہوتی ہے جو کسی شے یا منظر کا ابتدائی تصور ظاہر کرنے کے لئے تیار کی جاتی ہیں یہ عموماً کسی تفصیل یا مکمل نمائش کے بغیر، بس اس شے کی بنیادی خطوط، شکلوں اور حجم کو دکھاتی ہے یعنی مزاحیہ خاکہ ایک قسم کی تخیلاتی نقوش و بناوٹ ہوتے ہیں جو مزاحیہ انداز میں کسی واقعے و شخصیت کو صورتحال کو پیش کرتے ہیں اس میں عموماً غیر معمولی انداز، ہنسی، مذاق یا طنز کی صورت میں خیالات کو ظاہر کیا جاتا ہے۔ اور اس سے متعلق ابواعجاز حفیظ صدیقی لکھتے ہیں:

> "کسی حقیقی شخصیت کے بارے میں ذاتی تاثرات اور تجزیے کو ادبی اسلوب میں پیش کردہ تحریر کو خاکہ کہا جاتا ہے۔ خاکہ دراصل ایک ایسا شخصی مضمون ہے جس میں کسی حقیقی فرد کے اہم، نمایاں اور منفرد پہلوؤں کو اس طرح اجاگر کیا جائے کہ وہ شخصیت ایک جیتی جاگتی، چلتی پھرتی متحرک صورت میں قاری کے سامنے آجائے۔ ادب کی جس صنف کے لیے انگریزی میں اسکیچ یا پن پورٹریٹ (Pen Portrait) کا لفظ استعمال ہوتا ہے، اردو میں اسے خاکہ کہتے ہیں"۔ (۱۵)

دورانِ تحقیق معلوم ہوا کہ اردو میں انگریزی اصطلاح اسکیچ" کا متبادل خاکہ ہے یعنی لفظوں کے رنگوں سے سجی تصویر ہوتی ہے جس میں حدود و قیود کا خاص خیال رکھا جاتا ہے ادبی دائرہ میں اس کو انگریزی ادب میں اسکیچ کے لفظ سے جانا پہچانا جاتا ہے اور اردو ادب میں یہ لفظی تصویر خاکہ کہلاتی ہے گویا پورٹریٹ سے مراد مورت، پیکر، کامل نمونہ، شرح واضح، کسی شخص کی رنگین تصویر یا شبیہ بالخصوص چہرے کی اور عام طور پر براہ راست زندگی سے

اخذ کی ہوئی پورٹریٹ، واضح بیان یا الفاظ میں تصویر کشی وغیرہ۔ڈاکٹر توصیف تبسم خاکہ کیا ہے؟سے متعلق کہتے ہیں کہ

> اردو میں خاکہ نگاری سے مراد حلیہ نگاری، مرقع نگاری، سراپا نگاری، شخصیت نگاری اور قلمی تصویر سبھی کچھ لیا جاتا ہے۔ دراصل نوک قلم کی تصویر کشی خاکہ نگاری ہے۔"۔(۱۶)

گویا یہ کہا جا سکتا ہے کہ خاکہ دراصل شخصیت کا معروضی مطالعہ ہے خاکہ نگاری کے لیے ضروری ہے کہ لکھنے والا حکیمانہ نگاہ رکھتا ہو، مسلسل اور دقیق مشاہدے کی ہمت اور میلان رکھتا ہو، شخصیتوں کے انسانی پہلو نمایاں کرنے کو عیب نہ سمجھتا ہو، صداقت نگاری، صاف بیان، فضابندی اور سراپا نگاری کا سلیقہ رکھتا ہو اور بات اختصار سے مگر شگفتہ سلوک میں کہنے پر قادر ہو کیوں کہ مناسب و موزوں لفظوں کے چناؤ سے خالہ لکھنا مشکل فن ہے یہ خاکہ نویسی دریا میں کوزے کو بند کرنے کے مترادف کہا جائے تو یہ غلط نہ ہو گا۔

اس طرح یہ بات بھی قابلِ فہم ہے کہ خاکہ دوسرے اصنافِ اُردو سے مختلف ہونے کے باوجود کہیں لحاظ سے مماثلت بھی رکھتا ہے۔ مثلاً افسانہ، سوانح عمری، اور انشائیہ نگاری۔ مزاح نگار اقرار حسین شیخ کی خاکہ نگاری کو دیکھا جائے تو انہوں نے اپنی پسندیدہ شخصیت کے بت کے خاکے اس انداز میں سپرد قلم کے ہیں کہ اسے پڑھتے ہوئے ہونٹوں پر بکھرتی ہوئی مسکراہٹ روح کو شگفتہ کر دیتی ہے۔ وہاں ساتھ ہی ایک سچی تصویر تخیل میں بھی لوح شناسی پر ابھر آتی ہے۔ گویا مبالغہ نہ کرنا، پھر بھی تحریر یعنی میں دلکشی قائم رہتی ہے۔ مزاح نگار کے اس فن کمال پر ڈاکٹر توصیف تبسم مزاح نگار کے خاکوں پر تبصرہ کرتے ہوئے خیال ظاہر کیا ہے:

> "اقرار حسین شیخ محقق افسانہ نگار مرتب مزاح نگار و ماہر علم کتب خانہ ہے وہ پچاس سے زائد کتب کے خالق ہیں۔ان کی ادبی کاوشوں میں خاکہ نگاری بھی قابل تحسین ہے۔انہوں نے ۴۵ شخصیات کے خاکے لکھے۔ جن میں ان کے استاد، دفتری ساتھی، ہم جماعت، عزیز و اقارب اور معروف ادبی شخصیات شامل ہیں"۔(۱۷)

دورانِ تحقیق یہ بات سامنے آئی کہ اقرار حسین شیخ نے اپنے خاکوں میں سب سے زیادہ زور حلیہ نگاری پر دیا ہے ان کے اکثر خاکوں میں حلیہ نگاری نمایاں طور پر دکھائی دیتی ہے خاص طور پر کسی شخصی خاکے میں اس شخصیت کے چہرے اور جسم کے دوسرے اعضاء کو اپنے منفرد انداز میں بیان کیا ہے زیر بحث شخصیت کا حلیہ اور

سراپا اس مہارت اور چابک دستی سے دکھاتے ہیں خاکہ کش شخصیت کی کامل ہستی قاری کے تخیل میں جلوہ گر ہونے لگتی ہے حلیہ نگاری میں مزاح پیدا کرنے کے لئے انہوں نے اکثر خاکوں میں چہرے کے اعضاء کو مختلف چیزوں سے تشبیہ بھی دی ہے اپنے ایک عزیز کے خاکے میں جس کا عنوان "پردیسی شوہر" کتاب" عقل بڑی کہ بیوی؟" سے مثال ملاحظہ ہو:

"چہرے ٹھوری سے شروع ہو کر کھوپڑی پر ختم ہو جاتا ہے۔اس کے دائیں بائیں غیر ضروری باڑ بھی ہے۔جو انتہائی فالتو سی لگتی ہے۔سر کے بال تو عمر رفتہ لے گئی۔چہرے کے بال منہ کالا ہونے کے خدشے سے صاف کر دیے۔اوپر کے ہونٹ اور ناک کے درمیان کوئی دو مرلہ جگہ عرصہ دراز سے خالی پڑی ہے۔جہاں روزانہ ریگ مال سے رگڑائی کرتے رہتے ہیں۔اس سے مزید اوپر آئیں تو ایک بغیر چھیلا ہوا اکیلا نما چیز گرتی ہوئی نظر آتی ہے" (۱۸)

یہاں پر مزاح نگار اقرار حسین نے چہرے کے اعضاء کو تشبیہ دے کر خاکہ نگاری کا مزاحیہ پہلو شامل کیا ہے تاکہ قاری کے لئے مسکراہٹوں کا سامان پیدا ہو سکے انہوں نے چہرے کے نمایاں خدوخال کو کمال مہارت سے قلم بند کیا ہے کہ زیر بحث شخصیت کا سراپا ہمارے سامنے آجاتا ہے۔پڑھنے والا زیر لب مسکرا بھی جاتا ہے اور اس طرح خاکہ نگار اپنے خاکہ اڑانے کے فن میں کامیاب دکھائی دیتا ہے یہی نہیں مصنف نے کتاب "مجھے اسلام آباد سے بچاؤ" میں بعنوان "کیا خیال ہے آپ کا" میں صنف نازک کی بھی حلیہ نگاری کمال کی ہے۔منتخب مزاح نگار کی خاکہ نگاری کا نمایاں پہلو یہ ہے کہ آپ نہایت بھولے پن سے سب کچھ کہہ دیتے ہیں لیکن محسوس یوں ہوتا ہے کہ جیسے کچھ کہا ہی نہیں گیا۔مزاح نگار کے خاکوں کا یہی مجموعی تاثر یہ ہے۔ایسے جیسے شریف آدمی نے شریف سی شرارت کی ہو۔اور یوں کامیاب خاکے کی بنیاد استوار ہوتی ہے آپ کی اسی بات سے قاری متاثر ہوتے ہیں۔مثلاً شاعرہ شاہدہ لطیف کا حلیہ کس کمالِ لفاظی کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

"قد زنانہ، رنگ مردانہ، جسم درمیانہ، چہرہ گول، آنکھیں خمیدہ، دل رنجیدہ اور مضبوط ہے۔بالوں کے اسٹائل کی وجہ سے دونوں کان عرصہ دراز سے لاپتہ ہیں۔جہاں سے کان کی پور کا معمولی سا کونہ محسوس کیا جاتا ہے بالکل وہاں سے ان کی گردن خاص کا آغاز ہوتا ہے۔لفظ باڈی لینگویج کے مفہوم کی صحیح اور فوری ترجمانی کے لئے ان سے ملاقات اہم

ثابت ہو سکتی ہے۔ دورانِ گفتگو وہ زبان ہر گز نہیں چلاتیں بلکہ وقفے وقفے سے زبان کو ہونٹوں کے ارد گرد چکر لگواتی رہتی ہیں اور اپنی ہر عام بات کو اپنے زور بازو سے خاص ظاہر کرتے ہوئے اپنی پوری آنکھیں کھول کر سامع پر جما دیتی ہیں اور اندازِ بے نیازی سے اپنے ذاتی اور آزاد بالوں کو مقید کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے پوچھتی ہیں۔ "کیا حال ہے آپ کا"۔ (۱۹)

مشاہدہ ہوا کہ درج بالا تحریر میں اقرار حسین شیخ نے موضوع گفتگو شخصیت کے لحاظ سے ماہرانہ انداز یعنی کتنی خوبصورتی سے ان کی باڈی لینگویج اور تکیہ ءکلام کو الفاظ کا رنگ دیا ہے وہ چہرے کے تمام اعضاء کو اپنے احاطہ ء تحریر میں لاتے ہوئے دکھاتے ہیں کوئی عضو کس وجہ سے پوشیدہ ہے اور اس کو نظر انداز نہیں کر سکتے بلکہ جو چیز محسوس کی جا سکتی ہے اس کا بیان بھی ضروری سمجھتے ہیں وضاحت کے لیے لمبے چوڑے جملوں کا سہارا نہیں لیتے بلکہ وہ اسے جاری انداز میں مکمل کرتے ہیں۔

یعنی مصنف نے بڑے خوبصورت انداز میں تشبیہ و استعارہ کا استعمال کر کے "ڈاکٹر عالیہ امام" کے سادہ سے چہرے کی معصومیت کی لفظی تصویر پیش کی ہے جس سے ڈاکٹر عالیہ کے حقیقی خدوخال ہمارے سامنے نمایاں ہونے لگتے ہیں۔ مزاح نگار اقرار حسین شیخ کے اس کمال فنِ لفاظی کو جتنا بیان کیا جائے کم ہے مزاح نگار اقرار حسین شیخ کے تحریر کردہ خاکے پڑھ کر تفہم ہوا کہ وہ کم لفظوں میں زیادہ واضح اور خوبصورت تصویر کشی کرنے میں کمال رکھتے ہیں۔

مزاح نگار اقرار حسین شیخ نے متعلقہ شخصیت پر اس قدر خوبصورت مزاحیہ وار کرتا ہے کہ ناصرف عام قاری کے علاوہ خود وہ شخص بھی خاکہ نگار کے فن پر ہنس کر "واہ" کہے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ڈاکٹر انعام الحق جاوید کا خاکہ بعنوان " ادب برائے واردات" میں انعام صاحب کی ایک عادت کو یوں خوبصورت تشبیہات کے ساتھ کھایا۔ مثال ملاحظہ ہو۔

"نچلے ہونٹ کا بایاں حصہ اکثر حرکت میں رہتا ہے اس سے کوئی آدھا انچ نیچے کی طرف دیکھیں تو ایک اُبھار سا سامنے نظر آئے گا۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں سے یہ اپنی ادبی و تخلیقی سرگرمیوں کے لیے ایندھن حاصل کرتے ہیں۔ اس جگہ خوراک کی فراہمی بڑی مہارت سے کر جاتے ہیں۔ اور کسی کو خبر تک نہیں ہو پاتی ادھر کیا کچھ آ جا رہا ہے"۔ (۲۰)

یہ بات بھی قابلِ مشاہدہ آئی ہے کہ اقرار حسین شیخ کے چہرہ موہرہ، خدوخال، بناوٹ، سجاوٹ نہیں بلکہ مکمل حُلیہ و سراپا کے بیان پر زور دیتے ہیں۔ لیکن یہ بھی نہیں کہ ان کا خاکوں میں مکمل طور پر حلیہ نگاری پر دارومدار ہے بلکہ حلیہ نگاری کو وہ ایک جزو کے طور پر بطور خاص ہتھیار استعمال کرتے ہیں۔ مزاح نگار بعض اوقات لفظوں کا ایسا طلسماتی جال بچھاتے ہیں کہ پڑھنے والا اس جادوئی عمل سے پل بھر میں محسور ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا ہے اور یوں قاری خاکہ زدہ مکمل شخصیت کو اپنے سامنے زندہ اور متحرک دیکھنے لگتا ہے۔ اسی طرح اپنے استاد ڈاکٹر محمود الرحمان صاحب کے خاکہ بعنوان " دہائی ہے عالم پناہ" میں اقرار حسین شیخ صاحب کی باڈی لینگو یج کو یوں متصور کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر مزاح نگار اپنی کتاب "مجھے اسلام آباد سے بچاؤ" میں لکھتے ہیں:

"باقی خوبیاں کے ساتھ ساتھ آنکھ مارنے کی عادت بھی مستقلاً ساتھ ہے۔ اکثر دائیں آنکھ کا استعمال کرتے ہیں اور بائیں کو ہر گز خبر نہیں ہونے دیتے۔ ہاں البتہ آنکھ مارنے کے بعد جسم کے باقیہ حصے متاثر ضرور ہوتے ہیں۔ اور وہ اپنے جسم کے انگ انگ کو حرکت میں لا کر یقیناً جسمانی لذت محسوس کرتے ہیں۔ آنکھ کے علاوہ دایاں ہاتھ بھی ہے جسے ہر قہقہے سے پہلے ساتھ بیٹھے ہوئے بے جان شخص کی طرف اس امید سے بڑھا دیتے ہیں کہ اپنا ہاتھ چاہئے جیسا بھی ہے اور جس حال میں بھی ہے، ان کے ہاتھ پر مارے۔ بس آنکھ اور ہاتھ کے استعمال میں اتنا فرق ہے کہ آنکھ مارتے ہیں اور ہاتھ کرتے ہیں"۔ [۲۱]

اندازہ ہوا کہ مزاح ہنسی کے رد عمل کا فنکارانہ طریقہ ہے مزاح اپنے اندر بجلی کی سی قوت سے معاشرے میں موجود غم، اسودہ حالی اور درد جیسے المناک پہلوؤں کو مضحکہ خیز بنا کر ہمدردی کے ساتھ قبول کرنے پر آمادہ کرتا ہے اس کے علاوہ مزاح ایک ایسا چابک ہے جس کی پوشیدہ کاری ضرب زندگی میں موجود آنسوؤں، ناہمواریوں، مصلحتوں، مصالحتوں میں گرفتار لوگ، دن رات کی دوڑ میں نڈھال، تہذیبی قدروں کا شکار بے رحم حقیقت، تلخ سچائیوں اور اذیت ناک لمحوں کو ہنس کر قبول کرنے پر مجبور کرنے کا ہنر رکھتی ہے۔

مزاح نگار اقرار حسین شیخ مزاحیہ خاکوں میں بلاوجہ بات کو کھینچ کر تحریر کو طوالت نہیں کرتے بلکہ دو چار جملوں میں سارا مدعا بیان کرنے کا ہنر رکھتے ہیں۔ اس انداز پر ڈاکٹر توصیف تبسم نے مشاہدہ کیا: "بعض شخصیات کے بارے میں تو ان کے ایک دو فقرے ہی پوری شخصیت کی بھرپور عکاسی کر دیتے ہیں"۔ [۲۲]

دوران تحقیق اقرار حسین شیخ کے انداز بیان اور اختتامی رویے سے متعلق معلوم ہوا کہ خاکہ لکھتے وقت ایک خاص انداز اور رویے کو اپنے ذہن میں رکھا ہے۔ یہ مثبت، منفی یا دونوں کی درمیانی صورت ہو سکتی ہے۔ اقرار حسین شیخ اپنے خاکوں میں جہاں ہوشیار شکاری جیسے نظر آتے ہیں، وہاں اپنے شکار کے لئے نرم گوشہ بھی رکھتے ہیں وہ بڑے خوبصورت لفظوں کی مدد سے خاکہ مکمل کرتے ہیں اقرار حسین شیخ بہت دلکش لفظوں کی مدد سے اپنے دوست "حاجی خارباز" کے خاکے کا اختتام اس طرح کیا ہے۔ مثال دیکھیں:

> "اس میں کوئی شک نہیں کہ حاجی خارباز صاحب ایک زمانہ شناس شخصیت ہیں۔ ان کی خار بازیاں ہوتی بڑی معصوم سی ہیں، جبھی تو کسی کو نقصان نہیں پہنچتا۔ ان کی خار بازی کا مقصد محض حرکتِ زندگی اور ہلچلِ ماحول ہے۔ (۲۳)

تحقیقی مطالعہ سے معلوم ہوا کہ خاکہ نگاری کو اشاروں کا فن بھی کہا جاتا ہے جس کے دامن میں زندگی کی پوری کائنات سمٹ کر آجاتی ہیں۔ یعنی یہ نثر میں غزل کا آرٹ ہے۔ مختصر یہ کہ چند سطروں میں کسی کی پوری شخصیت کی عکاسی ہوتی ہے۔

جیسا کہ خاکہ نگاری کے فن پر اظہار خیال کے لیے ضروری ہے ایک تو یہ کہ خاکہ کے لیے تجویز کردہ شخصیت کو الفاظ و زبان کے ذریعے حیات نو بخشی جائے اور زیر مطالعہ شخصیت کو اصل رنگ و روپ کے علاوہ اس کے ماحول میں پیش کیا جائے اسی لیے مزاح نگار کے ذہن میں افسانے کے پلاٹ کی طرح خاکے کا پورا نقشہ موجود ہوتا ہے۔ خاکہ نگار خود کو اس فضا میں پہنچا دیتا ہے جس میں شخصیت متنفس و متحرک ہوتی ہے لہذا تحقیق سے معلوم ہوا کہ مزاح نگار اقرار حسین شیخ نے پروفیسر قاضی کمال احمد کمال سے چند گھنٹوں کی رفاقت کو اس طرح قلم بند کیا ہے کہ اس مزاحیہ واقعات نگاری اور خاکہ نگاری دونوں شامل ہو گئی ہیں یوں مشاہدہ ہوا کہ خاکہ لکھنے کے لئے طویل رفاقت سے زیادہ تیز مشاہداتی نظروں کی ضرورت ہوتی ہے پروفیسر صاحب سے مزاح نگار کی پہلی ملاقات ایک تقریب میں ہوئی جس کا آغاز یوں کرتے ہیں۔ مثال:

> "پروفیسر کمال احمد صاحب سے ہماری پہلی اور آخری ملاقات ایک ولایتی تقریب میں ہوئی تھی۔ وہی حور جسے قاضی صاحب تاڑے ہوئے تھے، اٹھی اور قاضی صاحب کو کراس کرتے ہوئے میری طرف لپکی اور ساتھ ڈانس کرنے کی دعوت دی۔ آپ قاضی

صاحب کو ٹرائی کریں۔ انہیں حور اور طہور فوراًدرکار ہیں۔ ویسے بھی آپ لوگ ہمیں بہت نچوا چکے ہیں"۔، گوری کو میری باتیں کہاں سمجھ آتیں، البتہ پروفیسر صاحب قہقہے بلند کرتے رہے اور حور کو سمیٹے ہوئے ڈانس کرنے لگے۔"(۲۴)

مزاحیہ خاکوں میں اقرار حسین شیخ کی ذات کی موجودگی یہیں تک نہیں بلکہ انہوں نے خود پر بھی ایک مکمل خاکہ بعنوان "میرا یار مزاح نگار" لکھا۔ خاکہ اڑانے کے جتنے لوازمات موجود ہوتے ہیں ان سب کو خود پر بھی آزمایاہے، کہتے ہیں۔

"زندگی گزارنے کے فن سے بالکل بھی آشنا نہیں۔ چونکہ شیخ ہے اس لیے فضول میں شیخی بکھارتا رہتا ہے۔ ہر بری عادت کو محض یہ دیکھنے کے لیے اپنایا کیا یہ واقعی بری ہے؟ لکھنے کے لئے پڑھتا کم اور دیکھتا زیادہ ہے محبت سب سے کرتا ہے اور حسینوں سے کبھی نفرت کا اظہار نہیں کیا۔ حسن پرستی کا یہ عالم ہے کہ روزانہ اسی گلی سے گزر کر مسجد جاتا ہے"۔(۲۵)

گویامزاح نگار نے عادات کو بیان کرنے کے لیے لفظی الٹ پھیر اور صوتی تکرار سے کام لیاہے۔ جس سے متعلق ڈاکٹر راؤف پاریکھ اپنی تحقیقی تصنیف میں تجزیہ کرتے ہوئے تحریر کیا کہ: "لفظی الٹ پھیر پر صوتی تکرار کے نتیجے میں بھی مزاح پیدا ہو سکتا ہے"۔(۲۶)

یوں بذریعہ خاکہ لفظی بازی گری میں طویل مطالب دو ایک لفظوں کالبادہ پہنا کر کاغذ کی زینت بنائی جاتی ہیں خاکہ نویسی کے دوران مزاح نگار اپنے فنکارانہ مہارت سے الفاظ کی زنجیر کا چناؤ کرتے ہوئے متعلقہ شخصیت کے پہلوؤں کو دلچسپ انداز میں بیان کرتے ہیں بعد از مطالعہ اس طرح واضح ہوا ہے کہ مزاحیہ خاکہ باقاعدہ لوازمات کے تحت قلم بند کیا جاتا ہے یعنی اردو ادب کی تمام اصناف کی طرح خاکہ نویسی کے لیے بھی چند طے شدہ فنی مہارتوں کا خیال رکھا جاتا ہے۔ جن میں جذبات، اختصار، وحدت تاثر، حلیہ نگاری، کردار نگاری، واقعہ نگاری، منظر کشی اور زبان وبیان اہمیت رکھتے ہیں ذیل میں مصنف نے صوتی ترنم پیدا کرنے کی کوشش کی ہے مثلاً جملہ دیکھیے:

"خوبصورت چہروں کو دیکھ کر اس کی رال نہیں ٹپکتی بلکہ چال بدل جاتی ہے۔ اس سے بیشتر کے کوئی راستہ بدلے وہ عینک بدل لیتا ہے۔"(۲۷)

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مزاح نگار نے کس چابک دستی سے اپنی ذات کے مختلف پہلوؤں کو اپنے فن کے ہتھیار سے قلم بند کیا۔ جس سے خاکہ نگار کی ذات کے منفی اور مثبت دونوں پہلو سامنے آجاتے ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ خاکہ لکھنے کے لیے کسی شخصیت کی اندرونی عادات و بیرونی حرکات سے واقفیت اچھا خاصا وقت طلب کام ہے وہ اس لئے کہ خاکہ نویس کے لیے خاکہ نگار کا متعلقہ شخصیت کے معاشرتی تعلقات ہی نہیں بلکہ روابط، اٹھنا، بیٹھنا چال ڈھال، گفتگو کرنے کے انداز یعنی عادات و اطوار کے ساتھ ساتھ اس کے معاشی اور معاشرتی حالات و واقعات سے ہر صورت باخبر ہونا ضروری ہے تب ہی وہ ایک بہترین خاکہ تحریر کرے گا مزاح نگار نے ڈاکٹر انعام الحق جاوید کے خوش کلامی کو ذومعنی الفاظ کے ساتھ بیان کرتے ہوئے مزاح نگار نے بعنوان "ادب برائے واردات" میں ڈاکٹر انعام الحق جاوید کا خاکہ اس طرح قلم بند کیا ہے:

> "خیالات اونچے، قد بڑا، انداز مذاقانہ، لہجہ شریفانہ، ادائیں عاشقانہ اور رویہ جارحانہ ہے۔ جسم کے اعتبار سے چہرہ بھی بڑا ہے۔ چہرے کی قابل ذکر اشیا میں ان کی شرارتی آنکھیں اور سجائی ہوئی مونچھیں ہیں۔"

نگار کے خاکوں کا یہی مجموعی تاثر یہ ہے۔ ایسے جیسے شریف آدمی نے شریف سی شرارت کی ہو۔ اور یوں کامیاب خاکے کی بنیاد استوار ہوتی ہے آپ کی اسی بات سے قاری متاثر ہوتے ہیں۔ ایک مزید مثال ملاحظہ کیجیے:

> "ادبی تقریبات میں صرف حصہ نہیں لیتے بلکہ اپنا حصہ وصول کرتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔ اس کے باوجود کہ وہ ادب برائے ادیب کے قائل ہیں پھر بھی نہ جانے کیوں وہ ادب کے ساتھ واردات کا لفظ استعمال کرکے ایک اطمینان سا محسوس کرتے ہیں۔ خوش گفتار ہیں جب بھی تو اُن کے منہ سے نکلنے والا ہر لفظ مصرع بنتے ہی خوش کلامی کی شکل اختیار کرلیتا ہے"۔ [۴۸]

ذیل کی مثال میں "اماں جیراں" کا عکس بیان کرنے کے لیے مزاح نگار گل نوخیز اختر نے خوش طبعی سے بنیاد رکھی جس سے قاری شادمانی کی کیفیت سے دوچار ہوتا ہے۔ مثلاً "میری فلائٹ کے بالکل اوپر والا فلیٹ اماں جیراں کا ہے ہے گویا مزاح نگار نے اماں جیراں کا ذکر یوں تجسس سے چھیڑا کہ اس اماں سے متعلق کسی کو علم نہیں کہ وہ کہاں کی رہنے والی تھی یا کہاں سے آن بسی ہے نہ ہی کوئی اس کا جاننے والا ہوتا مگر وہ سب پر کنٹرول رکھتی ہے ساتھ یہ بھی بتادیا کہ خود اماں بھی اس بات سے لاعلم ہے"۔

بذریعہ خاکہ مزاح نگار نے کردار کی منافقت کی جھلک دکھائی، مثال کو ملاحظہ کیجیے:

اماں جیراں بلڈنگ کی سب سے چالاک اور ہوشیار مائی ہے۔ وہ بیک وقت لیڈی ڈاکٹر، پلمبر، دھوبن، باورچی اور چوکیدار ہے۔ اماں بڑی سیاستدان بھی ہے۔ فلیٹوں میں لڑائیاں ڈلوانا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ اماں جیراں میں ایک بہت عجیب ہے۔ لڑائی بھی خود کرواتی ہے اور صلح کے لئے بھی خود ہی بے چین ہوتی ہے۔

اماں سے پوچھا کہ اماں ! آگ بھی خود لگاتی ہو، بجھاتی بھی خود ہو۔۔۔۔۔۔ آخر کیوں؟"۔ سر پر ہاتھ پھیرا اور بولی۔ ایسا نہ کروں تو یہ لوگ منافق بن جائیں گے"۔

کیا مطلب"۔

لڑائی اس لئے ڈلواتی ہوں کہ میرے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا تھا۔۔۔ اور صلاح اس لئے کرواتی ہوں کہ ان کے ساتھ بھی یہی کچھ نہ ہو جائے۔۔۔ اس لیے پتر۔۔۔۔۔ لوگ آپس میں ناراض نہ ہوں تو منافق بن جائیں۔ (۲۹)

خاکہ نگاری ایک کرتب و فن ہے یعنی "لفظی خاکہ کا فن" ایک ایسا فن ہے جس میں کسی موضوع یا مضمون کو ترتیب دینے کے لیے الفاظ اور جملوں کا چناؤ اور ترتیب وغیرہ تاکہ خیالات کو بہترین طریقے سے پیش کیا جا سکے۔ اس فن کے ذریعہ مزاح نگار نے الفاظ کی اہمیت اور چناؤ میں احتیاط برتی ہے اور یوں کسی خاص موضوع یا خیال کو واضح، مؤثر اور جذباتی طور پر صحیح انداز میں پیش کرتے ہوئے لفظوں کے اتار چڑھاؤ سے رنگ بکھرے ہیں۔

مزاح نگار گل نوخیز اختر نے بذریعہ خاکہ "صوفی نیاز مند" کی تصویر کشی کی ہے۔ مثال میں ہے:

"نیاز مند صوفی چھ فٹ کے خوبصورت اور گھبرو صوفی ہے آواز اتنی اونچی اور گرجدار ہے کہ میرا خیال ہے کہ روزِ محشر میں سورہ اسرافیل کے لئے بھی انہی کی خدمات حاصل کی جائیں گی۔ شاعروں اور مشاعروں کے بہت شوقین ہیں کیونکہ ایئر فورس میں تھے۔ اس لیے خلا میں رہتے تھے اور زمین کی طرف دیکھتے تھے آج کل شاعری کرتے ہیں اور خلاؤں میں گھورتے ہیں۔" (۳۰)

معلوم ہوا گویا خاکہ تصویر کا دوسرا رخ ہے جس میں شخصیت کی جزئیات، مکمل حلیہ اور جسمانی اور روحانی تاثرات وغیرہ شامل ہوتے ہیں۔ خاکہ نگار کسی شخصیت کی سوانح عمری نہیں لکھتا بلکہ خاکہ نگار اپنے مزاج اور پسند

کے مطابق چند ایسے واقعات کا انتخاب کرتا ہے جو اس شخصیت کی تصویر کشی میں معاون ثابت ہوں۔اسی تکنیک کو یہاں مزاح نگار نے دکھایا ہے مثلاً

"ان کی ایک بڑی خطرناک عادت ہے کہ بغیر ہوشیار کئے اچانک انگریزی شروع کر دیتے ہیں اسی وجہ سے کئی شاعر ادیب ان سے قطع تعلق کر چکے ہیں۔چونکہ بنیادی تعلق سیالکوٹ سے ہے اس لئے ہر بات میں "دا" لگا جاتے ہیں"۔ (۳۱)

تحقیق سے معلوم ہوا کہ مزاح نگار کی یہ صلاحیت فطری میلان کا ظہور ہے کیوں کہ اعلیٰ پایہ کا مزاح کسی شعوری کوشش کا نتیجہ نہیں ہوتا بلکہ یہ تو مزاح نگار کے فطری میلان سے ظہور میں آتا ہے اچھے مزاح نگار میں یہ مادہ خداداد صلاحیت کی طرف سے دین ہے اور یوں ایک مزاح نگار کو ایسی ایسی نظر ودیعت ہوتی ہے الغرض یہ ایک عام شخص کی پہنچ زندگی کے جملہ مضحک پہلوؤں تک نہیں ہوتی۔اب ذیل کے اقتباس ہی لیجیے کہ یہاں مزاح نگار گل نوخیز اختر نے بغیر علم کی قیادت پر چوٹ کرتے ہوئے کہا:

"گاؤں والوں کو اور تو کوئی داڑھی والا نہ ملا، وہ ایک قلفی والے کو پکڑ لائے۔ قلفی والے نے بادل ناخواستہ خطبے کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔۔۔"مسلمانو!۔۔۔نماز پڑھو۔۔زکوۃ دو۔۔۔۔روزے رکھو۔۔۔نیک کام کرو گے تو تمہیں حوریں ملیں گی۔۔۔۔اچھی اچھی۔۔۔خوبصورت۔۔۔کھوئے والیاں۔۔۔۔ملائی والیاں"۔ (۳۲)

مزاح نگار نے لفظی خاکہ کا فن کے لیے الفاظ کی طاقت کو پہچانتے ہوئے ان کا صحیح استعمال کے ساتھ ساتھ خیالات کو بھی مربوط، زبان کی خوبصورتی اور اس کی تاثیر کا بھی خیال کیا ہے۔یہ فن کسی بھی تخلیقی عمل کا حصہ ہو سکتا ہے، چاہے وہ ادب ہو، تقریر ہو، یا روزمرہ کی تحریر، اور اس کا مقصد ہمیشہ اثر ورسوخ ڈالنا اور سننے والے یا پڑھنے والے پر گہرا تاثر چھوڑنا ہوتا ہے یعنی خاکہ ایک تصویر ہے۔جو حقیقی یا شخصی ہوتی ہے جس کو مختلف لفظی و تاثراتی رنگوں میں اتارا جاتا ہے یوں یہ سب رنگ ایک سائے یا عکس سے جگمگا اٹھنے سے قاری حظ اُٹھاتا ہے۔مزاح نگار گل نوخیز اختر نے اپنی کتاب "نسخہ ہائے مزاح" میں آوارہ نوجوانوں کا خاکہ یوں بیان کیا ہے۔

"بوائے فرینڈز بڑے درویش لوگ ہوتے ہیں یہ جس لڑکی سے سچے پیار کی قسمیں کھاتے ہیں شام کو اُسی کی تصویر موبائل پر دوستوں کو فخر سے دکھا کر کہتے ہیں "بچی چیک کر" (۳۳)

مطالعہ سے پتہ چلا کہ انسانی مشاہدہ کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ مزاح نگار اہمیت طلب واقعات کو منتخب کرتے ہوئے موضوع شخصیت کو اس طرح قاری کے سامنے لائے کہ اس انتخاب سے متعلقہ شخصیت کی کامل تصویر کشی ہو سکے یوں مزاحیہ خاکے کی دلچسپی اور موئثر ہونے کی بڑی وجہ متعلقہ خاکے کے واقعات کا درست چناؤ اور واضح انداز میں قاری کے سامنے پیش کرنا ہے اگر ایسا نہیں ہے تو خاکہ کم اور سوانحی مضمون زیادہ لگتا ہے واقعہ نگاری کا صحیح سمت میں تحریر ہونا متعدد ادبی اصنافِ نثر میں اہمیت رکھتا ہے۔ اس شمول میں علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں۔

"کوئی واقعہ جب سامنے آتا ہے تو عام نگاہیں صرف نمایاں باتوں پر پڑتی ہیں اور اس لیے جب عام لوگ ان کو بیان کرنا چاہتے ہیں تو انہی نمایاں باتوں کو بیان کرتے ہیں ایک دقیق النظر اِن تمام جزئیات پر بھی نظر ڈالتا ہے اور ان کو ظاہر کرتا ہے تو سامعین پر اس کا اثر پڑتا ہے گویا کوئی بھولی ہوئی بات یاد آگئی نیز واقعہ کی پوری پوری تصویر کھینچنے سے دل پر ایک خاص اثر پڑتا ہے"۔ (۳۴)

واقعہ کا درست انتخاب (Right Choice of Event) واقعات کا انتخاب ایک اہم عمل ہے جس میں کسی خاص مقصد یا صورتحال کے لیے مناسب واقعہ یا واقعہ کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ یہ انتخاب عموماً کسی تجزیے، غور و فکر، اور صورتحال کی سمجھ پر مبنی ہوتا ہے۔ جب بات نفسیات یا ذاتی زندگی کی ہو، تو "واقعہ کا درست انتخاب" قاری کو دا اپنے جذبات، سوچوں، یا حالات کے بارے میں درست مزاح کے ذریعہ اصلاح فراہم کرنا ہے۔ مثال ملاحظہ ہو:

چوہدری صاحب لڑکیوں کی طرح" پہلی ملاقات" میں نہیں کھلتے۔۔۔ بلکہ آہستہ آہستہ ظاہر ہوتے ہیں۔ اگر آپ چودھری صاحب کو دریافت کرنا چاہتے ہیں تو ان سے کم از کم پانچ ملاقاتیں ضرور کریں۔ پہلی ملاقات میں یہ آپ کو سید نظر آئیں گے۔۔۔ دوسری ملاقات میں شیخوں جیسا برتاؤ کریں گے۔۔۔ تیسری ملاقات میں بٹ بننے کی کوشش کریں گے۔۔۔ چوتھی ملاقات میں گجر بن جائیں گے۔۔۔ اور۔۔۔ پانچویں ملاقات میں آپ پر جگتیں لگائیں گے اور نہایت رازداری سے سمجھائیں گے کہ ڈھول سے زیادہ ڈھول بجانا مشکل ہے۔ (۳۵)

پس معلوم ہوا کہ مزاح نگار گل نوخیز اختر نے اس بنیاد پر مذکورہ شخص کو بطور مزاحیہ تصور میں ڈبو کر لوگوں کے سامنے لایا ہے جو مختلف پہلوؤں سے رنگ برنگی صفات کا مالک ہوتا ہے یہ خوبیاں اچھی اور بری دونوں

طرح کی ہوتی ہیں اس طرح مزاح نگار نے خاکہ نویسی کے دوران خاکے کی ظاہری ساخت کے علاوہ اس کی حرکات و سکنات، عادات، اوڑھنا پہننا، خیالات و فکر، بول چال اور معمولات زندگی کی جھلک نمایاں کی ہے اس طرح متعلقہ شخصیت قاری کے سامنے ایک جیتی جاگتی تصویر کی طرح ابھر کر آتی ہے۔

اس سے پتا چلا کہ خاکہ نویسی کے فن میں مہارت اسی کو کہتے ہیں جس میں ایک مزاح نگار موضوع خاکہ کی نفسیات سے مکمل آگاہی بھی رکھتا ہو۔ خاکہ نویسی میں بغیر علم کے ایک متحرک تصور پیش کرنا محال ہوتا ہے۔ خاکہ میں نفسیاتی علم کا بھی عمل دخل ہوتا ہے اس ضمن میں ابوالاعجاز حفیظ صدیقی لکھتے ہیں:

> "خاکہ نگار کا نفسیاتی بصیرت سے بہرہ ور ہونا نہایت ضروری ہے اگر خاکہ نگار نفسیاتی بصیرت سے عاری ہو تو واقعات کے پیچھے چھپی ہوئی معنویت اور شخصیت کے چوکھٹے میں اس واقعے کے اہمیت اس پر روشن نہیں ہو سکتی میں موضوع خاکہ کے باطن میں نہیں جھانک سکتا، اور کی شخصیت کو گرفت میں نہیں لے سکتا"۔(۳۶)

اس طرح خاکہ میں موجود نفسیاتی بصیرت کا مقصد صرف اپنی حالت کو سمجھنا نہیں بلکہ اس پر قابو پانا اور مثبت تبدیلیاں لانا بھی ہے مثال میں مزاح نگار گل نوخیز اختر نے اپنے دوست کی خاکہ نگاری یوں کی ہے:

> "جنہیں میں بڑی عزت سے بے عزت کرتا ہوں۔ اردو بولنے میں بھی چوہدری صاحب کا کوئی ثانی نہیں۔۔۔ اگر آپ نے اردو کو پھانسی چڑھتے دیکھنا ہو تو دو منٹ کے لئے چوہدری صاحب سے اردو سن لیجئے اگر چوہدری صاحب کی اردو یوں ہی رہی تو ایک نہ ایک دن انہیں اردو سائنس بورڈ کا چیئر مین بنا دیا جائے گا"۔(۳۷)

انسانی نفسیات کے زمرے میں یہ پہلو بھی قابل توجہ ہے کہ مزاحیہ حربے کو سامنے رکھتے ہوئے مصنف نے مزاحیہ شخصیت کی سیرت کو لفظوں کا لبادہ اڑھا دیا ہے اور درج بالا سطور میں یہی کمال دکھایا گیا ہے ۔

مزاح نگار بذریعہ نفسیاتی بصیرت (Psychological Insight) ایک فرد کی خود آگاہی اور اپنے ذہنی، جذباتی، اور نفسیاتی حالتوں کو سمجھنے کی صلاحیت کو بیان کرتا ہے یوں مزاح نگار اس بصیرت سے خاکہ کی سوچ، احساسات، رویوں، اور عمل کے پیچھے چھپے ہوئے عوامل کو بہتر طور پر جانچتا ہے۔ نفسیاتی بصیرت کی بدولت مزاح نگار خاکہ کے اندر کی پیچیدگیاں اور نفسیاتی مسائل کو بہتر طور پر سمجھ پاتا ہے، جو کہ قاری کے لیے ذاتی ترقی، ذہنی

سکون، اور اچھے تعلقات بنانے میں مددگار ثابت ہو سکتی ہے۔ یہ بصیرت قاری کی زندگی کے مختلف پہلوؤں جیسے کہ تعلقات، کام کی زندگی، یا جذباتی تجربات کے حوالے سے گہرے مشاہدات فراہم کرتی ہے،، اور انہیں اس پہلو کا ادراک دیتی ہے کہ کس طرح قاری کی ذہنی ساخت، بچپن کے تجربات، یا سماجی و ثقافتی ماحول نے ان کی موجودہ سوچ واحساسات پر اثر ڈالا ہے۔

۳۔ مزاحیہ صورت واقعہ

مزاحیہ صورت واقعہ ایک ایسی صورتحال یاواقعہ ہوتا ہے جس میں کسی خاص منظر یاحالت کو دلچسپ، ہنسی مذاق یا مزاحیہ انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔ ان واقعات میں عام طور پر کسی قسم کی بے وقوفی، غیر متوقع ردعمل یا کسی شخص کی کمزوری کا مذاق اُڑایا جاتا ہے، جس سے لوگوں میں ہنسی اور مسکراہٹ پیدا ہوتی ہے مزاح نگار متعلقہ واقعے میں، سچائی کی بجائے مبالغہ آرائی اور غیر متوقع مذاق کا عنصر شامل کرتا ہے، جو کہ اس کو مزاحیہ بناتا ہے۔

یعنی مزاحیہ صورت واقعہ سے مزاح نگار زندگی کے مختلف پہلوؤں کی دلچسپ اور ہنسی مذاق کے انداز و طریقے سے عکاسی کرتے ہوئے مطمع نظر تفریحی پیدا کرنا ہوتا ہے۔ ایسے واقعات اکثر زندگی کے مختلف تعلقات کے درمیان پیش آتے رہتے ہیں اور محقق ڈاکٹر وزیر آغا نے تنقیدی تصنیف میں مزاحیہ صورتحال سے متعلق اپنی قیمتی الفاظ میں کہا کہ:

> "مزاح نگاری کا تیسرا حربہ مزاحیہ صورت واقعہ سچویشن ہے مزاحیہ صورت واقعہ تین اہم عناصر کی رہنِ منت ہوتی ہے ناہمواریوں کی اچانک پیدائش، الجھن میں اسیر انسان کے مقابلے میں ناظر کا احساس برتری اور یہ تسکین دہ احساس کہ اس واقعے میں صدمے یا دکھ کا پہلو موجود نہیں"۔ (۳۸)

اس ضمن میں مزاح نگار اقرار حسین شیخ کی مثال پیشِ نظر ہے:

> ہماری رائے میں شاعر کی نسبتا شاعرہ سے دوستی قدرے بہتر ہے۔ اور اسے لے کر ڈاکٹر صاحب کے ہاں حاضر ہوئے۔
>
> عرض کی سر کچھ نہیں بلکہ سب کچھ ہی الٹ پلٹ ہو گیا اور ہم نے مزید چلا کر کہا۔
>
> سر یہ میری گھریلو نہیں بلکہ دفتری ساتھی ہے۔

دوران گفتگو اپنے مختصر بازوؤں پر رکھے ہوئے ٹیڈی ہاتھوں کا استعمال کثرت سے کرتے ہیں۔ دوسروں کے سننے کی عادت تقریباً ختم ہوگئی ہے۔۔۔ اگر کوئی زبردستی کر جائے تو واقع امر بن جاتا ہے۔ جسے وہ اپنے ہر ملنے والے کو خوب مزے لے لے کر سناتے ہیں، پچھلے تمام واقعات کو اگر جمع کیا جائے تو ان کی تعداد بھی دو ہی بنتی ہے۔
گو نام پہلے ہی کافی لمبا ہے لیکن مجال ہے نام سے پہلے ڈاکٹر لکھنا کبھی بھول جائیں۔۔۔ طبیعت خاصہ فقرانہ ہے حتیٰ کہ نماز پڑھتے ہیں مگر رکتعوں کا حساب نہیں رکھتے۔ (۳۹)

دیکھیے مزاح نگار اقرار حسین شیخ نے اس حربے کے ذریعہ نوجوان کی بے مقصد زندگی کا مزاحیہ نقشہ عمدہ انداز میں کھینچا ہے جو وقت اور پیسہ برباد کر رہا ہے یوں یہ کردار حسینوں کے چکر میں اپنی پھپو کے ہاتھوں پٹتا ہے مثلاً:

"اے فراغ دل خاتون آخر آپ کو کہاں لے جاؤں؟"
کچھ دور جانے کے بعد خاتون نے موٹر سائیکل روکنے کے لیے کہا اور "ڈوڈھ سو" نے اپنی تمام تر قوتیں اپنی اکلوتی زبان میں لا کر جلدی جلدی کہنا شروع کر دیا۔
بادشاہو روشن درشن تو کراؤ" درشن میں خاتون نقاب اٹھانے کی بجائے جوتا اتار لیا۔
پھپو! پو! آپ تو برقع نہیں پہنتی تھی۔ دوسرے روز کالج میں دوستوں نے اس واقع سے متعلق پوچھا تو "ڈوڈھ سو" نے ایک لمبا سانس لے کر کہ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے (۴۰)

واضح ہوا کہ یہاں مزاح نگار اقرار حسین اس نے اس خاص شخصیت کی بڑی کمزوری کو انتہائی خوبصورتی اور عمدگی سے مزاحیہ انداز میں شرارت کا رنگ دے کر بیان کیا ہے پڑھنے والا سرسری طور پر اس خامی کو پڑھ کر آگے نکل جاتا ہے اور جس کا کردار بیان کیا جا رہا ہے وہ شرارت تصور کر لیتا ہے قاری کو کانوں کان خبر نہیں ہوتی کہ یہ اس شخص کی کمزوری تھی یہی مزاحیہ کردار کا کمال ہے اور یہ کہ شخصیت کی مکمل طور پر نقاب کشی بھی ہو جائے اور وہ بے پردہ بھی نہ ہو۔ یوں مصنف نے شخصیت کی برائی یا غلط عادات کو خوبصورتی سے بیان کر دیا ہے ۔

ایک رشتے دار نے اعتراض کیا کہ باباجی کی قبر ان کی مرحومہ اہلیہ کے ساتھ ہونی چاہیے تھی،۔ جیسے تیسے کر کے باباجی کو قبر میں اتارنے کا مرحلہ آیا تو ایک رشتہ دار چلایا "امنٹ' پہلے قبر میں نمک کا پیکٹ رکھ لینے دیں۔

ہوتے ہوتے ۲۰ منٹ ہو گئے لیکن دعا ختم نہ ہوئی موصوف کو شاید عامر لیاقت والا چسکا پڑا ہوا تھا اس لئے باباجی کی روح کے ایصال ثواب کے ساتھ ساتھ سیاسی اور ذاتی دعائیں بھی شروع کر دیں۔(۴۱)

درج بالا اقتباس میں مزاح نگار گل نوخیز اختر نے کتاب "نسخہ ھائے مزاح" بعنوان "جنازے اور قبرستان " کے اندر اس عبارت میں لوگوں کے پست عقیدے اور مذہبی امور سے لاتعلقی کا بڑا خوبصورت نقشہ کھینچتے ہوئے بتایا کہ لوگوں کی اکثریت آخرت کی زندگی کو بھی ایک مذاق سمجھ بیٹھے ہیں، مثال میں موجود شخص میت کے لئے خود ساختہ طریقوں واحتیاطی تدابیر سے خوار ہو رہا ہے۔

مزاح نگار کی کتاب " شرارتی " میں بذریعہ مزاحیہ صورت میں بعنوان "بسنت اور سرخ بٹن !!" میں سیاست کی پتنگ کی عکس بندی کی گئی ہے اس موضوع کے تحت سیاست کے سیاہ رویوں کی جھلک کو نمایاں کیا گیا ہے۔ بعنوان "اس طرح تو ہوتا ہے" میں ایک بچے پر سکول کے ناروا سلوک اور والدین کے غلط رویے کے اثرات سے متعلق مزاح وطنز کے تڑکے میں لپیٹ کر پیش کیا کہ اسکول میں آئے دن مطالبات پورے نہ کرنے پر بچوں کے ساتھ کس طرح سلوک کیا جاتا ہے، اسکے علاوہ عنوان " میں پامسٹ ہوں " میں ہر دوسرا شخص دوسروں کے حالات جاننے و بہتر بنانے کی کوشش میں لگا ہوا ہے اور اپنی ذات پر توجہ کم ہونے پامسٹ بنا ہوا ہے اور ساتھ بے روزگاری پر چوٹ کی گئی ہے ۔

محقق ڈاکٹر وزیر آغا نے اپنی نور بصیرت سے اپنی تحقیقی کتاب میں مزاحیہ صورتحال سے متعلق لکھتے ہیں کہ:

"مزاحیہ صورت واقعہ کی کامیابی اس بات میں ہے کہ یہ کسی شعوری کاوش کی مرہون منت نہ ہو بلکہ از خود حالات و واقعات کی ایک مخصوص نہج یا کردار کی مخصوص ناہموری سے پیدا ہوتی جائے۔ اس سے پیدا ہونے والے مزاح کی گہرائی اور لطافت ہی صورت واقعہ کے مزاح کا طرہء امتیاز ہے"۔(۴۲)

مزاح نگار اقرار حسین شیخ نے اپنی کتاب " مجھے اسلام آباد سے بچاؤ" بعنوان " حور کے پہلو میں عبدالغفور" میں اس حربہ میں رعایت لفظی کے تحت بتایا کہ لوگ اپنی سوچ یا احساس برتری کو تصاویر میں بھی دکھانے کی کوشش کرتے ہیں یہ تصاویر عموماً رسائل و اخبارات کی زینت ہوتی ہیں مزاح نگار نے حس مزاح سے اس کو بطور اصلاح بتاتے ہوئے تصویر کشی کے ذریعے خیالات و تعلقات کی نوعیت کو بتایا ہے مثال ہے:

"پہلی تصویر عموماً کسی خوبصورت جوڑے کی ہوتی ہے۔ جس میں دولہا دلہن آنے والے خطروں سے قطعی بے خبر مسکرا رہے ہوتے ہیں۔ تصویر میں اکثر دلہن خوبصورت ہوتی ہے اور دولہا بیچارہ۔ دلہن عروسی جوڑے میں ملبوس کیمرے کی طرف مسکرا کر دیکھ رہی ہے جب کے دولہا سرخ گلاب کے پھولوں کا ہار پہنے صوفے پر سر پکڑے بیٹھا استاد امانت علی کو سن رہا ہوتا ہے۔ ساتویں تصویر میں دلہا دلہن کے ساتھ دو عدد بچے بھی محسوس کرائے جاتے ہیں۔ پہلی نظر میں تو یہ فیملی پلاننگ والوں کا کوئی اشتہار لگتا ہے لیکن دوسری نظر میں معلوم ہوتا ہے کہ ایک بچہ دلہن اور دوسرا ڈلہا میاں کی گود میں کھیل رہا ہے"۔ (۴۳)

دورانِ تحقیق معلوم ہوا کہ مزاح نگار نے مذکورہ تحریر میں صورت واقعہ میں قول محال سے بھی مدد لی ہے کہ تصاویر پر تبصرہ کرنا بظاہر الٹی سی بات معلوم ہو رہی ہے اور اصل میں سنجیدہ اظہار کے لیے ہے۔ قول محال سے متعلق خواجہ عبدالغفور اپنی کتاب "طنز و مزاح کا تنقیدی جائزہ" میں کہتے ہیں:

"خود اختلافی بیان، متناقص یا الٹی بات جو بظاہر محال اور ناممکن ہو اور قرین قیاس بھی نہ ہو۔ لیکن پھر بھی صحیح ہو"۔ (۴۴)

تحقیقی مطالعہ سے معلوم ہوا کہ سیاست کا شمار اُن شعلہ بیاں موضوعات میں ہوتا ہے جن پر بات کرنا عوام الناس کی اوّل ترجیحات میں شامل ہے۔ اور گل نوخیز اختر کی مزاحیہ کتاب " شرارتی" میں بعنوان " صدر بش کے گلے میں بسکٹ" قابل ذکر ہے۔ اس تحریر کو پڑھنے سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ مزاح نگار گل نوخیز اختر کی رگِ ظرافت گویا بھڑک سی اٹھتی ہے مزاح نگار نے احساس اور سیاسی نویت کے موضوع کو مزاحیہ صورت میں دکھایا ہے مثال ملاحظہ ہو:

"صدر بش کے گلے میں بسکٹ پھنس گیا اور وہ بے ہوش کر گر پڑے۔ خبر جنگل کی طرح پوری دُنیا میں پھیل گئی۔ کئی لوگ پوچھتے نظر آئے کہ کیا بسکٹ اُسامہ نے بھیجا تھا؟۔۔۔۔ صدر بش نے کہا ہے جب میں بے ہوش ہو کر گرا تو سب سے زیادہ تشویش میرے کتوں کو ہوئی۔"

میں نے میاں صاحب سے پوچھا کہ بش کے بے ہوش ہونے پر اس کے کتے کیوں تشویش میں مبتلا ہو گئے تھے؟۔

اطمینان سے بولے "بھائی چارہ بھی کوئی چیز ہوتی ہے"۔ (۴۵)

مزاح نگار گل نوخیز نے ذیل میں صورت واقعہ پیدا کے ساتھ حربہ فنٹیسٹی کو استعمال کیا ہے "فینٹسٹی" (Fantasy) ایک قسم کی ادبی صنف یا تخلیقی تصور ہے جو حقیقت سے دور، غیر معمولی یا جادوئی دنیا کی عکاسی کرتی ہے۔ اس میں خیالات، کردار اور مناظر ایسی حقیقت سے جڑے ہوتے ہیں جو عام زندگی میں ممکن نہیں ہوتے اور فینٹسٹی ادب، فلم، کھیل اور دیگر تخلیقی شعبوں میں پایا جاتا ہے یوں اس سے قارئین یا ناظرین کو ایک مختلف، جادوئی یا خوابناک دنیا میں لے جانا ہوتا ہے۔ فینٹسٹی کا مقصد قارئین یا ناظرین کو ایک خیالی دنیا میں لے جانا اور ان کو ایسی حقیقتوں سے روشناس کرانا ہے جو حقیقت میں ممکن نہیں، مگر اس کے باوجود یہ تخیل کو جِلا دیتی ہیں اس حربے سے متعلق ڈاکٹر اشفاق احمد اپنی تحقیقی کتاب میں لکھا ہے کہ:

"فنٹیسٹی کو عام طور پر ایک صنف کے طور پر جانا جاتا ہے اس کے ساتھ ساتھ یہ طنز و مزاح کا ایک حربہ بھی ہے۔ ان مختلف حربوں کو استعمال کرتے ہوئے طنز نگار کے لئے آسانی ہوتی ہے کہ اس کے طنز کے تیروں سے جو صورتحال پیدا ہوتی ہے وہ نہایت دلچسپ اور فرحت افزا ہوتی ہے"۔ (۴۶)

ذیل میں مزاح نگار گل نوخیز اختر نے صدر بش کے ظلم و زیاتی سے قاری کو آگاہ کرنا چاہا ہے کہ کچھ لوگ وقت اور حالات کا فائدہ اٹھاتے ہیں اور خوش قسمتی سے ایسے لوگوں کا وقت بھی ساتھ دیتا ہے۔ ملک میں جو لوگ حکومت کے مخالف تھے انہوں نے وقت اور حالات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے افغانستان جنگ کو بطور ڈھال استعمال کرتے ہوئے پوری دنیا میں عجیب طرح کی فضا پیدا کرنے کی کوشش کی۔ مثال ملاحظہ ہو:

"بش صاحب کو ہوش میں لانے کے لئے ڈاکٹر نے بہت جتن کیے ہوں گے ۔۔۔ صرف بش صاحب کے کان میں اتنا ہی کہنا تھا۔۔" جانو!۔۔۔اٹھو۔۔۔ دیکھو اسامہ چاچو آئے ہیں۔۔۔"۔

بش بسکٹ کی وجہ سے نہیں بلکہ ٹی وی پر فٹ بال میچ دیکھنے کی وجہ سے بے ہوش ہوئے۔ کہنا ہے کہ ممکن ہے تماشائیوں میں انہیں اسامہ نظر آ گیا ہو۔۔۔ بھلا ایسے کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔بش صاحب تو خود اتنے اچھے تماشائی ہیں۔۔۔ انہیں تماشائیوں سے خوف کیوں آنے لگا۔۔۔۔ اور ویسے بھی اگر اسامہ تماشائیوں میں بیٹھا ہوتا تو اس سے کیا خطرہ تھا۔۔۔ ڈرنے کی بات تو اس وقت ہوتی اگر وہ تماشائیوں کی بجائے کھلاڑیوں میں شامل ہوتا۔

پھر حیرانی ہے کہ جو شخص پورے کا پورا افغانستان کھا گیا۔۔۔ اس کے گلے میں ایک بسکٹ کیسے پھنس گیا۔ بسکٹ افغانستان سے بڑا ہے کیا؟۔ بدمعاش اکثر اکڑ کر کہتا ہے۔۔۔" اوئے میں ٹبر کھا جاواں تے ڈکاروی نہ لاں۔۔۔ جناب اسے بدمعاشی نہیں بدہضمی کہتے ہیں۔ (۴۷)

مذکورہ تحریر میں مزاح نگار گل نوخیز اختر نے طنز سے بھرپور بذریعہ صورتِ واقعہ میں صدر بش کی خود غرضی کی انتہا کو طنز کا نشانہ بنایا ہے۔ طنز و مزاح ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہوتے ہیں۔ ان کا ایک دوسرے سے الگ وجود نہیں لہزا مصنف نے طنز کا سہارا لے کر مزاح وہنسی پیدا کی ہے اور ہنسی کے فوارے ہی اصلاحی علم کو لہرا سکتی ہے اور اس طرح مزاح نگار نے خالصتاً مزاح کو جنم دیا ہے۔ یعنی مصنف نے مزاح کے ساتھ طنز اور طنز کے ساتھ مذاق کی ملاوٹ کی ہے۔ اس تحقیقی مطالعہ سے معلوم ہوا کہ مزاح کے ساتھ طنز کا نشتر تحریر کو تعمیری قدروں سے ہم آہنگ کرتا ہے۔ مندرجہ بالا تحریر میں ایک بات پر ایک شخص ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو جاتا ہے اور دوسرے کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ کا تاثر ہی نمودار ہوتا ہو گا۔ اس لیے یہ کہنا پڑے گا کہ مزاح نگار نے حسن ذوق سے مزاح کے معیار کو برقرار رکھا ہے۔

ڈاکٹر راؤف پارکھ اپنی کتاب "اردو نثر میں طنز و مزاح کا سیاسی اور سماجی پس منظر" میں طنز سے متعلق لکھتے ہیں۔

"طنز ایک ادبی اسلوب ہے جس میں کسی فرد، بنی نوع انسان یا مکتبہء فکر کی کمزوریوں، برائیوں اور بداخلاقیوں کو اصلاح کے خیال سے، تضحیک اور تحقیر کا نشانہ بنایا جائے"۔ (۴۸)

مطالعہ سے واضح ہوا کہ واقعاتی مزاح کو تمام اقسام سے معتبر جانا جاتا ہے۔ کیونکہ اس میں محض جملہ بازی، بزلہ سنجی اور لفظوں کے الٹ پھیر سے مزاح تخلیق نہیں کیا جاتا، بلکہ واقعات کی صورت میں مزاح کی گنجائش نکالی جاتی ہے اس لیے یہ قسم دیگر تمام اقسام سے نسبتاً مشکل ہے۔ مزاح نگار گل نوخیز اختر کا یہ خاصا ہے کہ انہوں نے اس مشکل قسم کو بھی بروئے کار لاتے ہوئے مزاح کی گنجائش پیدا کی ہے ذیل میں مثال پیش خدمت ہے:

"اماں جیراں" مجھ سے پوچھنے لگی کہ امریکہ کہاں رہتی ہے؟
"اماں۔۔ امریکہ کسی ایک جگہ نہیں رہتا۔۔۔ وہ بیک وقت سعودی عرب میں بھی رہتا ہے۔ فلسطین میں بھی۔ پاکستان میں بھی اور افغانستان میں بھی۔۔۔ "اماں جیراں" تنور میں روٹیاں لگاتے لگاتے رک کر حیرانی سے بولی" اے ہے۔۔۔۔۔ کیا وہ خدا ہے؟" میں ہنس پڑا۔۔۔ "اماں ہر جگہ موجود رہنے کی طاقت خدا کے علاوہ شیطان کے پاس بھی تو ہے ناں!"۔ تو کیا امریکہ شیطان ہے؟" اماں نے سیاسی سوال کیا۔ "
آہستہ سے کہا۔۔۔۔۔۔ "امریکہ شیطان نہیں بلکہ شیطان امریکہ ہے"۔
ہائے میں مر گئی۔۔" اماں کانپ گئی۔۔۔ "پتر!۔۔۔۔ بچ کے رہنا شیطان جہاں جاتا ہے دوسروں کو بھی اپنے جیسا بنانے کی کوشش کرتا ہے"۔ (۴۹)

پس تحقیق سے ثابت ہوا کہ مزاحیہ صورت واقعہ کے تحت مزاح نگاروں نے قلم محتاط رویے سے پکڑتے ہوئے رعایت لفظی کا دامن کہیں بھی ہاتھ سے نہیں چھوڑا بلکہ وہ اپنی اس خاص سیدھ کی بکھری ہوئی حالتوں کو یوں سمیٹ کر تحریر میں لاتے ہیں کہ مزاحیہ نثر کا مطالعہ کرنے والا خیال کرتا ہے کہ جیسے شخصیت میں کوئی بشری کمزوری تھی ہی نہیں۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا مزاح نگاروں نے قاری کی نفسیات کا خیال رکھتے ہوئے بڑے ہی سلیقے سے بری سے بری بات کو اس طرح بیان کیا کہ قاری کے دل و دماغ کو ٹھیس نہ پہنچے بلکہ اس شخصیت کے ساتھ ہمدردی کا جذبہ ابھرے۔ یعنی مزاحیہ کردار کے ذریعے انسان کڑوا گھونٹ بھی چینی ملا کر پینا پسند کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قاری مطمئن ہو کر سب برداشت کر جاتا ہے۔

۴۔ تقلیبِ خندہ آوری

مزاح نگاری کا اگلا حربہ تقلیبِ خندہ آوری ہے، تقلیب کا لفظی مطلب الٹ پلٹ، تغیر و تبدل یا ادبی مواد کو لفظوں کے سہارے تبدیل کرنا جس سے صرف مزاح تخلیق ہو سکے یعنی یہ صرف ہنسی مزاح کو متحرک کرنے کی غرض سے کسی ادیب کے عام سے انداز یا کسی گروہ کے کسی خاص طریقہ، ڈھنگ و انداز کی لفظی نقل کو تقلیبِ خند آوری کہا جاتا ہے۔ ڈاکٹر اشفاق احمد تقلیبِ خندا آوری سے متعلق اپنی کتاب "اردو نثر میں طنز و مزاح کے اندر اس طرح روشنی ڈالتے ہیں کہ

"تحریف الفاظ و ترکیب و اشعار سے ہٹ کے خیال،، اسلوب اور نظریے کے بھی ہو سکتی ہے۔ تحریک میں تضحیک، تفریح اور تخریب کے الگ الگ یا ملے جلے عناصر موجود جب کہ تقلیب خندہ آوری میں اغلب مقصد تفریح اور مزاح کا ہوتا ہے"۔ (۵۰)

یہاں مزاح نگار گل نوخیر اختر نے تقلیب خندہ آوری کے پردے میں طنز کے تیر چلاتے ہوئے پاکستانی معاشرے کی سلگتے ہوئے مسائل کی سنگین کو محسوس کروایا ہے۔ مثال ملاحظہ ہو:

"پاکستان کے تمام مسائل کا حل موجود ہے، آج کل وطن عزیز کو جس بڑے مسئلے کا سامنا ہے اس میں دہشت گردی سر فہرست ہے، میں نے ہنگامی بنیادوں پر اس کا حل سوچا، کرنا یہ ہے کہ ہر خود کش حملہ آور کی تصویر اخبار میں شائع کروا دی جائے گیس کا بحران ختم کرنے کے لئے ایک حل تو یہ ہے کہ حکومت چنے کی دال سستی کر دے"(۵۱)

یہاں درج بالا تحریر میں تحریف ایک درجہ آگے بڑھتے ہوئے اپنا دامن وسیع کرتی نظر آتی ہے اور مزاحیہ ادیب نے نسبتاً ایک بڑے پروجیکٹ کو ذہن میں رکھتے ہوئے معروف مسائل کو مخصوص اور معروف اسلوب، لہجے اور خیال کو دلچسپ انداز میں بیان کیا ہے۔ ایسا کرنے سے ان کی یہ کاوش تحریف کی حدود سے نکل کر تقلیبِ خندہ آور کی سرحدوں میں داخل ہو جاتی ہے یوں اس حربے کے ذریعے مصنف نے اصلاحی مقاصد اور اہداف کو زیادہ وسیع اور اعلی بیان کیا ہے۔ یعنی مزاح نگار نے تحریک کے جزوقتی اور لمحاتی مزاج کے برعکس ایک باقاعدہ طریقے اور ضابطے کو سامنے لایا ہے۔ جس سے قاری سلگتے ملکی مسائل کے حل کو مختلف زاویوں سے سوچنے پر مجبور ہو گا۔

ڈاکٹر راؤف پاریکھ مزاح کے اندر اس حربے کے استعمال سے متعلق لکھتے ہیں:

"حماقتوں، برائیوں، بے ڈھنگے پن، بے تہذیبی اور بداخلاقی کی مزمت، بدمزگی پیدا کیے بغیر اس طرح کرنا کہ ان کے خلاف جذبات بیدار ہوں اور مزاح بھی پیدا ہو"۔ (۵۲)

مزاح نگار گل نوخیر اختر نے بھی تحریر میں حماقتوں، برائیوں، بے ڈھنگے پن، بے تہذیبی اور بداخلاقی کے قریب قریب جیسے الفاظ استعمال کر کے بدمزگی پیدا کیے بغیر اس طرح تاثر پیدا کیا ہے کہ ان کے خلاف جذبات بیدار ہوں اور مزاح کو بھی مزاحیہ نادر حل کی صورت میں برقرار رکھا ہے مثلاً: مصنف نے ایک جگہ ملکی مسائل پر تبصرہ کیا بے وزگاری بھی ملک کا ایک بہت بڑا مسئلہ ہے سادہ سا حل تو یہ ہے کہ امریکہ وغیرہ سے بات کر کے ہر بے روزگار کو سی آئی اے کا ایجنٹ بنوا دیا جائے، اس سے ملک میں ڈالرز بھی آئیں گے، بے روزگار کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔ سوپر پاور سے تعلقات بھی خوشگوار ہو جائیں گے۔

مزاح نگار گل نوخیز اختر ہمیں بتایا ہے کہ بڑے بڑے مسائل کو ہم صرف کوئی بات نہیں ہے کہہ کر ڈال دیتے ہیں۔ جہاں نرم و حلیمی لوگوں کا یہ ہتھیار جس کے ذریعے وہ تمام مسائل کو سہہ جاتے ہیں۔ وہاں ہر طبقے کے لوگ اپنے اردگرد بکھرے رویوں کو کوئی بات نہیں تکیہ کلام کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ ان سنگین مسائل سے پیچھا چوڑانے کے لیے عملی قدم اٹھانا ہو گا اسی طرح مزاح نگار نے "بدحوسیوں" کے عنوان میں بے معنی کاموں و حرکات کی طرف توجہ دلائی مثلاً

"کچھ لوگ آدھی بات سن کر ہی بدحواس ہو جاتے ہیں، صرف اتنا کہہ دیا جائے کہ " جاپان میں زلزلہ آیا ہے اور۔۔۔" تو صرف اتنا ہی سنتے ہی چیخیں نکل جاتی ہیں، بندہ ننگے پاؤں بھاگتا ہوا سڑک پر آجاتا ہے اور چیخ چیخ کر ساری دنیا کو اکٹھا کر لیتا ہے"۔ (۵۳)

اسی طرح درج بالا تحریر میں مزاح نگار گل نوخیز اختر نے عنوان "بدحواسیوں" کے ذریعے بتایا کہ لوگوں کی مثبت عادات، اصول قاعدے کی بجائے وہ ہر وقت اولول جلول حرکتیں کرتے رہتے ہیں یا جلدبازی دکھاتے ہیں اور ایسے لوگوں کی زندگی میں کوئی سوچ نہیں ہوتی۔

مزاح نگار نے بداخلاقیات کو بڑے خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے کہ لوگ کس طرح معاشرے میں تہذیب و اخلاق کا خیال نہیں رکھتے اپنا اور دوسروں کا وقت برباد کرتے ہیں۔ میٹھے انداز میں سبق دیا کہ بلاضرورت

دوسروں کے مسائل میں پڑتے ہیں اور ایک نئے مسائل کو جنم دیتے ہیں انسان اپنی عقل اور ہوش میں رہے تو صرف اپنے کام سے کام رکھے دوسروں کو بھی سکھ سے جینے دے اور خود بھی جیے۔

۵۔ پیروڈی / تحریف

پیروڈی یونانی زبان کا لفظ ہے یہ ایک فنکارانہ یا ادبی تکنیک ہے پیروڈی اصل کام کی خصوصیات کو مبالغہ آرائی کی عینک سے دکھانا ہے اور اس کے ذریعے اصل میں سماجی کمزوریوں یا خصوصیات کو اجاگر کرتے ہوئے مزاح یا تنقیدی پہلو شامل کیے جاتے ہیں۔ اس اندازِ تحریر و حربے سے متعلق محقق ڈاکٹر خواجہ عبد الغفور اپنی تجزیاتی نظر سے لکھتے ہیں۔

" پیروڈی کا مفہوم الٹا نغمہ ہوتا ہے۔ اسی لحاظ سے الفاظ کے اُلٹ پھیر سے نئے معنی و مطالب نکالے جاتے ہیں جو مضحکہ اور ظریفانہ ہوتے ہیں تو ان کو پیروڈی کہا جاتا ہے۔ تحریف نگاری مزاح کی ایک صنف ہے۔ نثر کی پیروڈی نظم کی پیروڈی سے زیادہ مشکل اور دشوار ہوتی ہے" (۵۴)

مزاح نگار گل نوخیز اختر نے بعنوان "مریخ پر عورتیں" کے اندر معاشرے کی بے حسی کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے جو حق کے لیے آواز نہیں اُٹھاتے ہیں مثال ہے:

"مریخ پر ہم سب عورتیں ہی تو ہیں کیا کسی ظالم کے خلاف آواز نہیں اٹھائی تھی ہم نے؟ جابر حکمرانوں کے سامنے کبھی کلمہ حق نہیں کہا؟ ہم پر ظلم کرتی تھی تو ہم ان کے پاؤں پڑ جاتے تھے جہاں بہادری دکھانے ہوتی تھی وہاں ہم چوڑیاں پہن لیتے تھے ہم حکمرانوں کو کوستے بھی تھے لیکن الیکشن میں پھر انہیں کامیاب کرواتے تھے ہم کانوں میں بالیاں بھی پہنتے تھے تھریڈنگ بھی کرواتے تھے۔ گورا ہونے والی کریمی بھی استعمال کرتے تھے۔ (۵۵)

پیروڈی سے متعلق ڈاکٹر طاہر تونسوی اپنی کتاب "طنز و مزاح، تاریخ۔ تنقید" میں پیروڈی سے متعلق لکھتے ہیں:

"پیروڈی وہ صنف ظرافت ہے جس میں مصنف کسی طرز نگارش یا طرزِ فکر کی کمزوریوں کو یا ان پہلوؤں کو جن کو وہ کمزوریاں سمجھتا ہے، نمایاں کرنا چاہتا ہے اس لحاظ سے پیروڈی

تنقید کی ایک لطیف قسم ہے۔ پیروڈی کے آئینہ میں یہی کمزوریاں اتنی بڑی ہو کر نظر آتی ہیں کہ ان سے کسی کا نگاہ چرانا ممکن نہیں ہوتا۔ اردو میں یہ صنفِ ظرافت نسبتاً کامیاب ہے۔"(۵۶)

مزاح نگار نے طنزیہ کہا کہ "مردوں کا نکماپن ہی ان کی غلامی ہے" کے ساتھ ساری قوم کو بھی لتاڑا ہے مثال ملاحظہ کیجیے:

"آج بھی ہمارے ملک میں لاتعداد گھرانے ایسے ہیں جہاں مرد کی حیثیت "آئین" جیسی ہے اور سارا حکم عورت کا چلتا ہے۔ بے شمار مرد بیویوں سے مار کھاتے ہیں۔ ان میں وہ مرد سر فہرست ہیں جن کی بیویاں کام کرتی ہیں اور وہ گھروں میں آرام کرتے ہیں۔ کیا حکومت یہ بھی نہیں کر سکتی کہ مردوں کے لئے دارالامان ہی بنوادے، ویسے تو پوری قوم ہی دارالامان کی متقاضی ہو رہی ہے۔ لیکن فی الحال مردوں کی سفارش ہے"۔(۵۷)

ڈاکٹر اشفاق احمد ورک اپنی کتاب "اردو اثر میں طنز و مزاح" کے اندر تحریف سے متعلق اس طرح مخاطب ہیں۔

"کسی بھی تحریر میں ہلکا سا ردوبدل اس انداز سے کرنا کہ اس کے معنی حیرت انگیز حد تک تبدیل ہو جائیں۔ ہمارے ہاں سالہا سال سے مروجہ قوعد زبان و بیان، الفاظ و تراکیب، روزمرہ او محاورات، ضرب الامثال، فقرات، مصرعوں اور اشعار میں ہوشیاری اور دانائی کے ساتھ ہلکا سا تصرف کرنے کا نام پیروڈی ہے۔(۵۸)

یہاں مزاح نگار گل نوخیز اختر نے بذریعہ پیروڈی اس نقطہ نظر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ معاشرے کے اکثر لوگ محنت، کوشش اور جستجو کرنے کی بجائے زیادہ تر قیاس آرائیوں پر بھروسہ کرتے ہوئے کسی معجزے کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ مثلاً

"کہتے ہیں حکومت ٹھیک ہے۔۔۔ کچھ کہتے ہیں برداشت کر رہے ہیں۔۔۔ کچھ کہتے ہیں مہنگائی بڑھی ہے۔۔۔ کچھ کہتے ہیں کنٹرول ہو گئی ہے۔۔۔ کچھ کہتے ہیں افغانستان اور فلسطین میں بھی جائز ہے۔۔۔ اگلے سال سے سود ختم ہو جائے گا۔۔۔ کچھ کہتے ہیں سود ختم ہو جائے گا Interest رہے گا۔۔۔۔۔ کچھ کہتے ہیں دوسرے ملک سے جنگ ہو

گی۔۔۔کچھ کہتے ہیں اپنے ہی ملک سے ہو گی۔۔۔یقینا یہ سب ولی ہیں۔۔۔ویسے میاں صاحب کہتے ہیں ان میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو ساری باتیں ٹھیک کہہ رہے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ ولی نہیں۔" پھر وہ کون ہیں؟"۔بولے عام سے عوام"(۵۹)

یوں یہاں مزاح نگار نے پیروڈسٹ کا کمال دکھایا ہے جیسا کہ ڈاکٹر اشفاق احمد ورک مزاحیہ نثر میں پرو ڈسٹ کے کمال سے متعلق لکھتے ہیں:

"پیروڈسٹ کا ایک کمال یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ تحریر کی سنجیدگی کو کم کر کے معمولی سی تبدیلی کے ساتھ بات کو کچھ سے کچھ بنا دیتا ہے۔مختصر یہ کہ کسی سنجیدہ تحریر کی مضحک نقل کا نام پیروڈی ہے۔جس تحریر کی پیروڈی کی جائے، اس کا زبانِ زد عام ہونا ضروری ہے اوراس کے مقاصد اصلاحی بھی ہوسکتے ہیں، تخریبی بھی اور محض تفریحی بھی۔(۶۰)

یوں منتخب مصنفین نے بہت ہوشیاری کے ساتھ معاشرتی حیوان مراد انسانی مسائل اور الجھنوں کو اسلوبیاتی یعنی واقعاتی، کرداری، صورتِ واقعہ ،تقلیبِ خندہ آوری اور پیروڈی جیسی مزاحیہ تکنیک میں لپیٹ کر قاری کے سامنے پیش کیاہے دوران مطالعہ معلوم ہوا ہے کہ مختلف وسیع موضوعات کسی نہ کسی اصلاحی پہلو کے تحت لکھے گئے ہیں اور اس طرح منتخب مزاحیہ نثر میں مزاح کی تکنیکی صورتوں کی بھرپور کیفیت پیدا کی گئی ہے۔

مطالعہ سے معلوم ہوا کہ اگر بغیر مزاح کے دیکھا جائے تو اجتماعی طور پر یہ انسانی زیست تگ و دو، بھاگ دوڑ کا نام ہے جس کی وجہ یہ انتہائی بوریت کا شکار ہے۔دلچسپ اور رنگین بنانے کے راستے ہموار کرتا رہتا ہے اس زندگی کی پھیکے پن کو کم کرنے کے لئے انسان ہمیشہ سے ہی کسی نہ کسی کاوش میں رہتا ہے تاکہ زندگی میں دلچسپی رونق اور رنگینی برقرار رہے اس مقصد کے لئے انسان نے ادبی اسلوب کا سہارا لیتے ہوئے اپنی حیات مختلف رنگوں سے مزین کرنا چاہاہے لہذا مزاح نگاری ہی وہ کامیاب، نادر، نایاب اور مقبول ترین حربہ و اسلوب ہے اور یوں مزاح نگار اجتماعی فائدے کے نقطہ نظر سے صرف معاشرے میں تفریحی نہیں پیدا کرتا بلکہ معاشرے کا معالج بھی ہوتا ہے جس کی قلم ہمیشہ اس معاشرے کی اصلاح کے لئے حرکت میں رہتی ہے اور مزاح نگار کی نگاہ مشاہدے کے انداز میں حالات کے نشیب و فراز کو جانچتی رہتی ہے دیکھا گیاہے کہ مزاح نگار خوبصورت، دلکش اور بااخلاق لفظوں کے لبادہ

میں لپیٹ کر مزاحیہ تحریر کو پیش کرتا ہے کہ جسے قاری ہنس ہنس کر پڑھ لینے کے بعد مزاح کی کاری ضرب سے آگاہ ہوتا ہے۔

تحقیقی مطالعے سے بعد ازاں معلوم ہوا کہ منتخب مزاح نگاروں نے معاشرے اور معاشرتی حیوان کی اذیت کی طرف دھیان دلا کر ایک طرح سے انسانیت کی خدمت کی ہے اور مزاح کے درپردہ اصلاحی مشعل روشن ہونے سے گویا لوگوں کی زندگیوں میں اجالا بھر دیا۔ یہ مزاحیہ تحریریں قارئین کو دلی خوشی پہنچاتی ہیں یعنی مجموعی طور پر ان مزاح نگار کا اندازِ فکر ہمارے لیے قابلِ احترام ہے کیوں کہ ان کی بدولت ہم معاشرے کے رستے ہوئے زخموں کو مزید کُھرچنے کی بجائے اصلاح کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ یوں اصل مزاح نگار وہ ہے جس کی مزاحیہ تحریر میں نہ طوالت ہو نہ بلا ضرورت تمہید باندھی گئی ہو بلکہ موضوع کو احسن انداز میں پیش کیا گیا جو شعوری طور پر دل لبھانے والے انداز میں تسلی دینا جانتا ہو اور ساتھ ہی مزاح نگار مزاحیہ ادبی اسلوب و فن کا آلہ بھی استعمال کرنا جانتا ہو، خود کو طنز و دل آزاری کے دلدل اور کیچڑ سے بچتا ہو یوں لامحالہ اس کی تحریر کا مطالعہ کرنے والوں کی ناک میں وہ لطافت کی خوشبو دل و دماغ میں بکھیرتا چلا جاتا ہے جو اپنی عکس آمیزی سے قارئین کی اندرونی خوبیوں کو نکھارتا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ صرف وہی مصنف سچا مزاح لکھ سکتا ہے جو تکلیف کے ہولناک جہنم میں جل چکا ہو۔ مزاحیہ نثر سے حظ اٹھانے والے اپنے آپ کو یہیں تک ہی محدود نہیں رکھتے بلکہ ظرافت کے پیچھے چھپے ہوئے اصلاحی پہلوؤں کی طرف بھی متوجہ ہوتے ہیں ۔ اس طرح ان کے اندر خود کو پرکھنے اور جانچنے کی صلاحیت بھی پیدا ہوتی ہے جس سے مزاح لکھنے والے کا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ عطاء الحق قاسمی، مصنف، مزاحیہ کالم نگار، پس ورق "نسخہ ہائے مزاح، ساگر پبلشرز لاہور ۲۰۲۱

۲۔ گل نوخیز اختر، مزاح نگار، "شرارتی" مکتبہ القریش، لاہور۔ ۲۰۰۱ص، ۱۰

۳۔ اشفاق احمد، افسانہ نگار، سرورق، مجھے اسلام آباد سے بچاؤ، دی بکس لائبریری ڈویلپمنٹ راولپنڈی، ۲۰۰۲

۴۔ اقرار حسین شیخ، مجھے اسلام آباد سے بچاؤ، بار دوم، راولپنڈی، دی بکس، ۲۰۱۴، ص ۲۰

۵۔ اقرار حسین شیخ، عقل بڑی کہ بیوی؟، ص ۲۸

۶۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، اردو ادب میں طنز و مزاح، مکتبہ عالیہ اُردو بازار لاہور، اشاعت نہم ۱۹۹۹، ص، ۲۳۰

۷۔ اقرار حسین شیخ، عقل بڑی کہ بیوی؟، ص ۲۸

۸۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، اردو ادب میں طنز و مزاح، ص ۲۳۱

۹۔ گل نوخیز اختر، مزاح نگار، "نسخہ ھائے مزاح"، ص، ۴۰

۱۰۔ ایضاً، ص، ۴۱

۱۱۔ ایضاً، ص، ۴۲

۱۲۔ اقرار حسین شیخ، عقل بڑی کہ بیوی؟، ص ۴۱

۱۳۔ ایضاً، ص ۸۴

۱۴۔ ایضاً، ص، ۸۵

۱۵۔ ابو اعجاز حفیظ صدیقی "کشاف تنقیدی اصلاحات اسلام آباد"، مقتدرہ قومی زبان ۱۹۸۵ص ۲۷

۱۶۔ توصیف تبسم، ڈاکٹر، "خاکہ نگاری اور اقرار حسین شیخ"، ڈی بکس لائبریری ڈویلپمنٹ راولپنڈی، ص ۹، ۲۰۱۷ء

۱۷۔ ایضاً ص ۲۶، ۲۰۱۷

۱۸۔۔ اقرار حسین شیخ، مجھے اسلام آباد سے بچاؤ، ص ۲۸

۱۹۔ ایضاً، ص، ۴۵

۲۰۔ ایضاً، ص، ۱۷

۲۱۔ ایضاً، ص، ۲۷

۲۲۔ توصیف تبسم، ڈاکٹر، "خاکہ نگاری اور اقرار حسین شیخ" ص ۳۳، ۲۰۱۷

۲۳۔ اقرار حسین شیخ، عقل بڑی کہ بیوی، ص ۱۴۰

۲۴۔ ایضاً ص، ۴۰

۲۵۔ اقرار حسین شیخ، مجھے اسلام آباد سے بچاؤ، ص ۶۵

۲۶۔ راؤف پاریکھ، ڈاکٹر، اردو نثر میں مزاح نگاری کا سیاسی اور سماجی پسِ منظر، انجمن ترقی اردو، کراچی، س۔ن۔ ص-۱۷

۲۷۔ اقرار حسین شیخ، مجھے اسلام آباد سے بچاؤ، ص ۶۶

۲۸۔ ایضاً ص، ۱۸

۲۹۔ گل نوخیز اختر، مزاح نگار، "شرارتی" ص ۵۴

۳۰۔ ایضاً ص، ۴۷

۳۱۔ ایضاً ص، ۷۵

۳۲۔ ایضاً، ص ۸۹

۳۳۔ گل نوخیز اختر، مزاح نگار، "نسخہ ھائے مزاح، ۱۹۳

۳۴۔ شبلی نعمانی، علامہ موازنہ انیس و دبیز، عشرت پبلشنگ ہاؤس، لاہور، صفحہ ۱۷۵

۳۵۔ گل نوخیز اختر، مزاح نگار، "شرارتی" ص ۹

۳۶۔ ابو الاعجاز حفیظ صدیقی، اصنافِ ادب لاہور ص ۳۱۷، ۳۱۸

۳۷۔ گل نوخیز اختر، مزاح نگار، "شرارتی " ص ۱۱

۳۸۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، اردو ادب میں طنز و مزاح، ص ۴۶

۳۹۔ اقرار حسین شیخ، مجھے اسلام آباد سے بچاؤ، ص ۵۸

۴۰۔ اقرار حسین شیخ، عقل بڑی کہ بیوی؟، ص ۳۰

۴۱۔ گل نوخیز اختر، نسخہ ھائے مزاح، "شرارتی"، ص۲۳۱
۴۲۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، اردو ادب میں طنز و مزاح،، ص۴۷
۴۳۔ اقرار حسین شیخ، مجھے اسلام آباد سے بچاؤ، ص۱۵۵
۴۴۔ خواجہ عبدالغفور، ڈاکٹر، طنز و مزاح کا تنقیدی جائزہ،، ماڈرن پبلشر ہاؤس نو گوالا مارکیٹ د دریا گنج روڈ نئی دہلی، ص، ۱۵۲
۴۵۔ گل نوخیز اختر، مزاح نگار، "شرارتی"ص، ۴۸
۴۶۔ اشفاق احمد ورک، ڈاکٹر، اُردو نثر میں طنز و مزاح، ص، ۳۹
۴۷۔ گل نوخیز اختر، مزاح نگار، "شرارتی "مکتبہ القریش، لاہور۔ ۲۰۰۱ص ۴۰
۴۸۔ راؤف پاریکھ، ڈاکٹر، اردو نثر میں مزاح نگاری کا سیاسی اور سماجی پسِ منظر، ص ۱۳،
۴۹۔ گل نوخیز اختر، مزاح نگار، "شرارتی"ص، ۵۲
۵۰۔ اشفاق احمد ورک، ڈاکٹر، اُردو نثر میں طنز و مزاح، ص ۴۰
۵۱۔ گل نوخیز اختر، مزاح نگار، "شرارتی"ص، ۵۹
۵۲۔ راؤف پاریکھ، ڈاکٹر، اردو نثر میں مزاح نگاری کا سیاسی اور سماجی پسِ منظر، ص ۱۴
۵۳۔ گل نوخیز اختر، مزاح نگار، "شرارتی"ص، ۶۱
۵۴۔ خواجہ عبدالغفور، ڈاکٹر، طنز و مزاح کا تنقیدی جائزہ، ص، ۶۳
۵۵۔ گل نوخیز اختر، نسخہ ھائے مزاح، "شرارتی"ص ۲۶۵
۵۶۔ طاہر تونسوی، ڈاکٹر، طنز و مزاح۔ تاریخ و تنقید، انصاری مارکیٹ دہلی، ۱۹۸۶، ص ۱۴۵
۵۷۔ گل نوخیز اختر، مزاح نگار، "شرارتی"ص، ۵۸
۵۸۔ اشفاق احمد ورک، ڈاکٹر، اُردو نثر میں طنز و مزاح، ص ۳۹
۵۹۔ گل نوخیز اختر، مزاح نگار، "شرارتی"ص، ۵۷
۶۰۔ اشفاق احمد ورک، ڈاکٹر، اُردو نثر میں طنز و مزاح، ص، ۴۰

باب سوم:

منتخب مزاح نگاروں کی تحریروں میں زبان کی سطح پر استعمال ہونے والی تکنیک

معلوم ہوا کہ انسان کے بولے ہوئے لفظ کی بازگشت تحریری طور پر ایک لمبی عمر پاتی ہے اس طرح انسان نے تحریر کے فن سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آفاقی نوعیت کی سوچ کو تحریر کا زیور پہنایا اور جس سے مزاح نگاروں نے خداداد صلاحیتوں کو انسانوں کی اصلاح کے لئے استعمال کرتے ہوئے مزاحیہ نثر کو حسن مزاح کی رنگا رنگ تکنیک اور مختلف طریقوں سے روشناس کرواتے ہوئے مزاح کو اعلی درجے کا فن بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور مزاح کے اسرار ورموز سے واقفیت دلائی جو انسانی کی ذہنی اور روحانی ترقی کی بلندی تک رسائی رکھے ہوئے ہیں۔ ان کی کتابیں لفظوں کا ذخیرہ ہونے کی نسبت سے مختلف مزاح نگاری کی تکنیک کا سرچشمہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ جو بطور آلہ و ہتھیار معاشرہ کے درد کو مرہم فراہم کرتی ہیں۔

ڈاکٹر طاہر تونسوی نے اپنی کتاب طنز و مزاح تاریخ — تنقید — مزاح کے تجزیاتی مطالعہ میں اس حوالے سے عرض کیا ہے کہ

> "مزاح نگار کے سامنے اصلاح کا جذبہ ہوتا ہے۔ وہ اپنے قاری کو ہنسی کے ساتھ ساتھ اپنے انداز سے ایسی کاری ضرب لگاتا ہے جو اُسے سوچنے پر مجبور کرتی ہے کہ وہ اپنی حالت کو درست کرے۔ اس حوالے سے مزاح نگار بے معنی ہنسی نہیں ہنستا بلکہ عرفانِ ذات یا معاشرتی شعور کے پس منظر میں معاشرتی اور سماجی مسائل کو نشانہ بناتا ہے"۔ (۱)

اسلوب کے ضمن میں دیکھا گیا ہے کہ ایک خاص مزاحیہ لہر کے ساتھ جدید مزاح نگاروں نے اخلاقیات کے خوفناک اندھیروں میں بھٹکے ہوئے لوگوں کی رہنمائی کر کے ان کو منزل کے سیدھے راستے پر ڈالنے کی جدوجہد کی ہے۔

مزاح نگاروں نے اپنے اسلوب میں ڈائیلاگ کی صورت میں لکھا جن کی پوشیدہ پرتیں کرداروں کے باہمی ڈائیلاگ کے ذریعے کھل کر سامنے آتی ہیں۔ جیسے کتاب "عقل بڑی کی بیوی؟" کا ایک حصہ پیش نظر ہے۔

"یہ سوال ہم نے اپنے ایک دوست سے مذاق میں کر لیا تو صاحب بہادر خفا ہو گئے۔ اور کہنے لگے

تم ضرور میری اکلوتی اور لاڈلی شریک حیات کو تاڑتے ہو گئے۔ ویسے بھی بقول تمہارے" بیوی ہمیشہ دوسروں کی ہی اچھی لگتی ہے۔"(۲)

مزاح نگار نے ایک سوال کے سہارے معاشرے کے تمام پیشے کی جھلک دکھانے کی کوشش کی ہے۔

اس سے متعلق ڈاکٹر وزیر آغا لکھتے ہیں:

"اصل مزاح تو وہ ہے جس میں تہہ در تہہ معنی کی پرتیں کھلتی رہیں اور ایک ایک فقرہ پڑھنے والے کے ذہن سے چپک کر رہ جائے یا کم از کم قاری کے ذہن کے نہاں خانوں میں روشنی کی کوئی لکیر چھوڑ جائے"۔(۳)

مزاح نگار اقرار حسین شیخ نے اس موضوع کے ذریعے سے مختلف پیشہ وار حضرات کی نفسیات بتائی ہے ذیل کی مثال میں مزاح نگار نے تنخواہ دار بندے کے مسائل کی طرف توجہ دلائی ہے اور مزاح نگار نے ساتھ ذو معنی مزاحیہ جملہ استعمال کیا ہے۔ مثال دیکھیے:

لہذا ہم نے یہ سوال کسی وکیل سے کر دیا۔

بولے "حدود آرڈیننس کا کیس ہے۔ پیسہ کافی خرچ ہو گا ورنہ کیس لمبا چلا جائے گا"۔

ڈاکٹر بولے: "فلاں فلاں ٹیسٹ اور بیوی کے ایکسرے کروا کر لے آؤ، اس کے بعد ہی کچھ بتایا جا سکتا ہے۔

عرض کی ڈاکٹر صاحب "ابھی کنوارے ہیں"۔ بولے: "اچھا تم اپنی یہ رپورٹیں لے آؤ ہم اپنی بیوی کے ایکسرے لے کر دیکھیں گے اور جاتے ہوئے باہر کاؤنٹر پر میری فیس ضرور دیتے جانا"۔

ہم ایک سرکاری ملازم کے ہتھے چڑھ گئے اور سوال کر ڈالا۔

عقل بڑی کہ بیوی؟ بولے: پندرہ سے پہلے کا پتا نہیں البتہ ۱۵ تاریخ کے بعد۔۔۔ بیوی: ہم نے کہا سر پورے مہینے کا بلکہ ۳۶۵ دن کا بتائیں۔

بولے ہم زیادہ زبانی بات نہیں کرتے مزید کچھ پوچھنا ہے تو(put up) کرو۔ عقل کو یا

بیوی کو؟

دونوں کو اور آئندہ "تھرو پراپر چینل آنا"۔[۴]

مزاح نگار نے اس میں پس منظر و واقعاتی اشارے کے علاوہ کردار کی تفصیلات اور زبان کی لچک جیسے سہارے استعمال کیے ہیں جیسا کہ تحقیقی تصنیف میں ڈاکٹر خواجہ نے مزاح کا تنقیدی جائزہ اس انداز سے بیان کیا ہے:

"معمولی طور پر مزاح میں برجستگی، اختصار اور فی البدیہیت نہیں ہوتے بلکہ اس میں پس منظر، واقعاتی اشارے، کردار کی تفصیلات، زبان کی لچک اور ایسے ہی دوسرے بہت سے سہارے ہوتے ہیں۔"[۵]

ایک اور مثال ملاحظہ کیجیے جس میں مزاح نگار نے پولیس طبقہ کی مخلصانہ خدمات کے ساتھ ساتھ اس چیز(درج بالا تعریف میں بیان کردہ) کا پورا خیال رکھا ہے۔ مثلاً

"ڈرتے ڈرتے پولیس اسٹیشن جا کر کسی پولیس والے سے یہ سوال پوچھ لیا۔ بولے "کون ہو تم اور اس قسم کی خفیہ معلومات کیوں لے رہے ہو؟"

مجھے تو تم مشکوک لگتے ہو"۔

عرض کی۔ سر ہم نے سنا تھا۔

"پولیس کا فرض ہے آپ کی مدد کرنا" بس اس لئے چلے آئے۔"

بولے:"۳ دن کے بعد آنا پھر ایف آئی آر کٹے گی"۔

ایف آئی ار کٹے گی؟

ہم اپنا سر پیٹ کر واپس آ گئے۔[۶]

مزاح کی تخلیق ایک ہنر ہے اصل مزاح معاشرے کا شعور ہے۔ مزاح صرف تفریح یا ہنسی کا ذریعہ نہیں ہوتا، بلکہ یہ سماج کی حقیقتوں، مسائل اور نفسیات کا گہرا تجزیہ بھی پیش کرتا ہے۔ اچھا مزاح معاشرتی شعور کا عکاس ہوتا ہے جو نہ صرف معاشرتی رویوں، حالات اور انسانی نوعیت کو بے نقاب کرتا ہے، بلکہ یہ عوامی سطح پر گفتگو اور سوچ کے انداز کو بھی شکل دیتا ہے۔

ا۔ رعایت لفظی

مزاح کی اسلوبیاتی تحقیق میں رعایت لفظی کا بھی اہم کردار ہے لفظوں کی ہیر پھیر سے دلچسپ یا مزاحیہ عکس اور مزاح سے مزین صورتحال کو سامنے لایا جاتا ہے جو پہلے نظروں سے غائب تھی اور ڈاکٹر خواجہ عبدالغفور رعایت لفظی کے بارے میں لکھتے ہیں:

"الفاظ کے الٹ پھیر سے اور ذو معنویت کا سہارا لے کر مزاح پیدا کیا جاتا ہے۔ایسے الفاظ جو تلفظ میں ایک سے اور مشابہ ہوتے لیکن معنی میں بالکل مختلف، ایک خاص مزہ دے جاتے ہیں۔جس کے دو معنی ہوں۔اصل معنی کا فرق گڑبڑ کر دیتا ہے اور ہنسی پر مائل کر دیتا ہے۔(۷)

مزاح نگار گل نوخیز اختر نے رعایتِ لفظی کا حربہ استعمال کرتے ہوئے مذہب کے نام پر جہالت کا پرچار دکھایا ہے۔مثال میں لکھتے ہیں:

"لاہور کے علاقے شاہدرہ میں پیر جن نکالنے کے لئے آیا اور لڑکی نکال کر لے گیا۔تفصیلات کے مطابق لڑکی کے گھر والوں کو شبہ تھا کہ لڑکی کے اندر جن ہے لہذا فوری طور پر پیر صاحب کی خدمات حاصل کی گئیں اور یہ پیر، نہیں منگل لگتا ہے جو یقیناً اب کسی جنگل میں بیٹھا ہو گا۔پیر صاحب نے ایک جھٹکے سے گریبان چھڑایا اور کڑک کر بولے " آرام سے بات کرو! جس طرح میں نے تعلیم حاصل کی ہے، اسی طرح آگے دوں گا"۔(۸)

ڈاکٹر سلیم اختر اپنی تحقیقی کتاب میں اس طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

"مذہب کے نام پر جہالت، توہمات،، پیر پرستی، قبر پرستی۔غیر عقلی۔غیر منطقی اور غیر سائنسی رویوں کو ہمیشہ سے فروغ دیا گیا۔جس کے نتیجے میں ملائیت میں مضبوط ادارے کی صورت اختیار کر لی"۔(۹)

مزاح نگار اقرار حسین شیخ نے رعایتِ لفظی کا استعمال کرتے ہوئے کاہل اور سست شخص کا حلیہ بتانے کی کوشش کی ہے۔کیونکہ قدرتاً اور فطرتاً شروع دن سے ہی کالے تھے اس لیے والدین نے کافی سوچ بچار کے بعد نام صدقہ اللہ رکھ

چھوڑا۔ جسم کے خالی حصوں سے انہیں خدا واسطے کا بیر تھا۔ خاص کر سر اور مونچھوں کے برہنہ پن کو چھپانے کے لئے اکثر خضاب کا لیپ کیے رکھتے۔ اس سے ایک تو جسم میں مساوات کا گماں ہوتا دوسرا بے پردگی کے بوجھ سے ضمیر آزاد رہتا۔

پچھلے ۱۳ سالوں میں ان کے تین تکیے مع پیچ کلام رہے

۔ اپنی تو عادت ہے

۔ ماشاء اللہ

۔ بھلا(۱۰)

درج بالا مثال میں مزاح نگار نے تکیہ کلام سے مزاحیہ رنگ پیدا کیا ہے اور تکیہ کلام سے متعلق محقق عبد الغفور اپنی بصیرت سے عنوان "طنز و مزاح کا تنقیدی جائزہ" تحریر کرتے ہیں۔

"وہ لفظ یا جملہ جو گفتگو کے دوران بار بار عادتاً کہا جائے دورانِ گفتگو میں جہاں سکتہ آیا کہ تکیہ کلام زبان سے نکلا۔ کبھی کبھی بے معنی الفاظ یا صرف منہ سے نکلی ہوئی بے مطلب آواز۔ لطف کی بات تو یہ ہے کہ تکیہ کلام کا استعمال کرنے والے تحت الشعور میں بظاہر اس کا احساس نہیں رہتا کہ وہ بے ضرورت الفاظ یا جملے کے جملے دھڑا دھڑ استعمال کرتا جارہا ہے اور اس سے سننے والوں کو تو بے زاری ہو رہی ہے یا بوریت۔ بہر حال لوگوں کے لئے ہنسنے کا باعث ہو جاتا ہے"۔(۱۱)

یہاں مزاح نگار نے یہ ہی نہیں کیا بلکہ ساتھ ہی مبالغہ کی حد کر دی ایک آفسر کا حال بتاتے ہیں کہ یہ کردار سینئر آفیسر کی بات کو عام سی بات کو بھی غور و غوض سے سننے کے علاوہ ہاں میں ہاں ملائے جاتا ہے زیادہ تر وقت ان کی صحبت میں رہتا ہے شاباش دینے والی نظروں سے دیکھتا ہے اور آفسران بالا کی ہر فضول بات پر داد دیے جاتا ہے یہ ہی نہیں زمانے کی بے ثباتی، ساتھیوں اور دوستوں کی بے وفائی کا رونا روتا رہتا ہے۔ لیکن مجال ہے جو خود کبھی کسی کے کام آئے۔ اور اپنے ماتحت عملے کو اتنی عزت دیتا ہے کہ انہیں کوئی کام کہہ رہا ہو تو لگتا ہے جیسے ابھی پاؤں پڑ جائے گا۔ دفتر ہمیشہ لیٹ آتا ہے لیکن کبھی اعتراف نہیں کیا مثال دیکھے:

"ان کا خیال ہے کہ دفتر کا کوئی بھی کام ان کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ ایک نوٹ تیار کرنے میں گھنٹوں لگاتے ہیں اور اسی دوران کم از کم آدھی ڈبیا سگریٹ پھونک جاتے ہیں۔

مستقل مزاجی کا یہ عالم ہے کہ پچھلے چودہ برس سے ایک ہی گریڈ اور ایک ہی عہدے پر فائز ہیں اور آئندہ بھی وہ یا ان کا محکمہ کوئی ایسی حرکت کرتا نظر نہیں آتا جس سے ان کی مستقل مزاجی پر حرف آئے۔ (۱۲)

درج بالا مثال میں مزاح نگار نے خوب ہوشیاری سے لفظوں کا ستعمال کیا ہے۔یعنی مزاحیہ مواد کو تحریر کرنے والا مصنف کسی مہارت رکھنے والے ماہر کھلاڑی کی طرح ہنر دکھاتا ہے یہ مزاحیہ مصنف اپنی نثر میں مزاح نویسی کے لیے ہر طرح کے ہتھیار نشانہ بازی کے لئے اٹھاتا ہے یعنی اس طرح مزاح نگار اپنی تحریر میں الفاظ، ضرب الامثال و محاورات، حروف کے الٹ پھیر سے تو کہیں کہیں صوتی تکرار سے یا کبھی کبھار الفاظ کو جوڑ توڑ کر یا کسی الفاظ کے نقطے کی جگہ بدل بدل کر مزاح نگار الفاظ کے انوکھے، عجیب وغریب سحر کو بڑی پھرتی سے ایک دلچسپ مزاحیہ تحریر کی شکل میں قاری کے سامنے لاتا ہے۔ مزید ڈاکٹر اشفاق احمد لفظی ہیر پھیر کو مزاح کا ہتھیار سمجھتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ بھی عرصہ قدیم سے مزاح نگاری کا ایک مستقل حربہ رہا ہے۔ادیب بے خود الفاظ ہی کی مناسب در وبست کا نام ہے۔ایک بڑے ادیب کا یہی کمال ہوتا ہے کہ وہ الفاظ کے مزاج، خاص اور نشست وبرخاست سے مکمل آگاہی رکھتا ہو۔ "۔(۱۳)

مطالعہ سے معلوم ہوا کہ مزاحیہ خاکہ میں اقراء الحسین شیخ نے خوب لفظی ہیر پھیر کو دکھایا ہے۔در اصل تحریر میں الفاظ بھی آبگینوں کی سی حیثیت رکھتے ہیں اور ان میں آبگینوں والی تاثیر ہوتی ہے مثال ملاحظہ ہو۔

"رنگ زنانہ انداز مردانہ،، چہرہ چھوٹا اور اس پر رکھی ہوئی تمام اشیاء جنہیں اعضاء بھی کہا جا سکتا ہے، آج بھی جاذبِ نظر ہیں۔ ظالم سماج کہتا ہے کہ ان کی عمر بڑی ہے۔ہم نہیں مانتے کیونکہ ان کی تو ہر چیز کم ہے تو پھر عمر کس طرح زیادہ ہو سکتی ہے۔ گفتگو میں دھیما پن اور ملاقات میں مردانہ پن پسند فرماتی ہیں۔بول رہی ہوں تو لگتا ہے کہ سی این این اپنا خصوصی بلیٹن پیش کر رہا ہے۔یہ معلوم کرنا کہ وہ کہاں سے بول رہی ہیں ان کے چہرے شریف کی طرف غور وخوض کرنا پڑتا ہے"۔(۱۴)

اسلوب کی درستگی اور مناسب موقع پر مزاح کا استعمال زبان کو نیا رنگ دیتا ہے اور سماجی رابطوں میں ایک خاص توانائی پیدا کرتا ہے۔مزاح میں جو زبان استعمال کی جاتی ہے، وہ نہ صرف تفریحی طبع ہوتی ہے بلکہ اس میں لطیف تنقید، طنز یا سماجی حقیقتوں کی جھلک بھی شامل ہوتی ہے جو کہ فطری طور پر گہرا اثر چھوڑتی ہے۔

مزاح ایک خاص قسم کی ذہانت کا تقاضا کرتا ہے جس میں الفاظ کا چناؤ، جملوں کی ترتیب اور ان کے اثرات کو سمجھنا ضروری ہوتا ہے۔ اس کے ذریعے انسان نہ صرف اپنی بات کہتا ہے بلکہ ایک نیا نظریہ پیش کرتا ہے، جو اس کے سلیقے اور اسلوب کو مزید جاذب بناتا ہے۔

۲۔ موازنہ وتضاد

موازنہ کا لفظی مطلب ہے۔ ہم وزن کرنا۔ ملاحظہ کرنا۔ یا دو چیزوں کا ہم وزن ہونا۔ جبکہ تضاد کا مطلب ہے۔ ضد۔ اختلاف۔ یہ ایک لفظی یا حرفی اشارے کا نام ہے یعنی مزاحیہ نثر میں ایسے الفاظ کی لڑی پرونا جو ایک دوسرے کی ضد یا مقابل آتے ہوں۔ اور ڈاکٹر اشفاق احمد نے موازنہ اور تضاد کو مزاحیہ نثر میں ایک حربہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "اس میں ایک مزاح نگار بیک وقت دونوں چیزوں کی مشابہت اور تضاد سے مضحکہ خیزی پیدا کرتا ہے۔ یہ بھی مزاح نگاری کا ایک کامیاب حربہ ہوتا ہے۔ "۔ (۱۵)

تحقیقی مطالعہ سے معلوم ہوا کہ یہاں مصنف نے مختلف المزاج اشیاء کو ایک ساتھ الگ کر کے اور کہیں بظاہر ایک جیسی مگر بالکل مختلف چیزوں کو یوں اچانک سامنے لایا ہے کہ ان کی بیک وقت مشابہت اور تضاد سے ناہمواری پیدا ہوئی ہے، جس کے نتیجے میں ہنسی وجود میں آئی ہے یعنی مزاح نگار نے یہ ایسے ہی دیکھایا ہے جیسے کوئی شخص ٹوٹے پھوٹے آئینے میں اپنی بگڑی ہوئی شکل دیکھتا ہے تو اس کی خود سے مشابہت اور اصلی صورت سے فرق پر مسکرا دیتا ہے۔ درج ذیل تحریر میں آخرت کے بارے میں لاعلمی اور ظاہری نمود و نمائش کو مزاح نگار نے بڑی خوبصورتی سے عیاں کیا ہے۔ دیکھیے مثال:

> سانگلہ ہل کے مرکزی قبرستان میں بااثر شخصیات نے اپنی ایڈوانس قبریں بنوالی ہیں جن کی تزہین و آرائش پر لاکھوں روپے کا ماربل لگایا گیا ہے۔ ان قبروں کی حفاظت اور صفائی ستھرائی کے لیے ماہانہ تنخواہ پر کئی نوجوانوں اور بوڑھوں کو ملازم رکھا گیا ہے۔
>
> ایڈوانس قبریں بنوانا نئی بات نہیں، بہر حال قابل اطمینان بات یہ ہے کہ بااثر شخصیات کو بھی اپنی موت کا یقین تو ہے۔ (۱۶)

تضاد و موازنہ مزاح کا اسلوبی انداز ہے اور ڈاکٹر خواجہ عبد الغفور اپنی کتاب طنز و مزاح کا تنقیدی جائزہ میں موازنہ سے متعلق کہتے ہیں: " جہاں اونچ نیچ، الٹ پلٹ ہو وہیں ہنسی پھوٹتی ہے۔ اور جہاں ہم آہنگی کا فقدان ہوتا ہے۔ وہیں پر مزاح پیدا ہوتا ہے "۔ (۱۷)

مثال میں ایسی ہی ایک باا ثر شخصیت شہنشاہجہانگیر کی بھی تھی۔اس کا مقبرہ بھی اپنے دور کا قیمتی ترین مقبرہ کہلایا۔ آج اس کی یہ حالت ہے کہ کئی لوگ کوڑا پھینکنے وہاں جاتے ہیں۔اس جملے سے مزاح نگار نے توجہ دلائی کے عملی کام کرنے کی بجائے غیر ضروری اور غیر حقیقی کام کبھی بھی آپ کی شہرت یعنی نیک نامی کے باعث نہیں ہوتے کیوں کہ مزاح نگار نے کہا بزرگوں اور بادشاہوں میں یہی فرق ہوتا ہے۔بادشاہ زندہ رہ کر مر جاتے ہیں، بزرگ مر کر زندہ ہو جاتے ہیں۔جہانگیر کے مقبرے سے چند کلو میٹر کے فاصلے پر ایک مرد قلندر صاحب کے نام سے محو استراحت، ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ ۲۴ گھنٹے بھوکے اپنا پیٹ بھرنے یہاں آتے ہیں۔جیسا کہ مشتاق احمد یوسفی نے اپنی کتاب "چراغ تلے میں موازنہ اور تضاد کی خوبصورت مثال بیان کی ہے۔لکھتے ہیں

"مرغ اور ملا کے رزق کی فکر تو اللہ میاں کو بھی نہیں ہوتی"[۱۸]

اسی طرح ذیل کی مثال میں مزاح نگار نے بھی کوشش کی ہے۔موازنہ وتضاد کی خوبصورت مثال ملاحظہ ہو۔

"میاں صاحب کہتے ہیں کہ "کفن کی جیب نہیں ہوتی" یعنی آپ دولت قبر میں ساتھ نہیں لے جاسکتے۔شاہد اسی لئے یہ "باا ثر" اپنی دولت اپنی قبروں پر لگا دیتے ہیں"۔[۱۹]

بے ضرر مفہوم ورعایت لفظی سے متعلق محقق اشفاق احمد ورک اپنی دوربینی سے کتاب "اردو نثر میں طنز و مزاح" میں اس طرح مخاطب ہیں:"

"رعایت لفظی ان دونوں حربوں کا خاصہ ہے جن کے دو مفہوم نکلتے ہیں۔ایک قریب کا اور دوسرا دور کا۔جو بظاہر بڑا بے ضرر سا ہوتا ہے لیکن پھر جیسے ہی دھیان دوسرے مفہوم کی طرف منتقل ہوتا ہے تو اس میں چھپے طنز کے نشتر کی چبن بھی محسوس ہوتی ہے اور بعض اوقات مذاق کا فوارہ بھی پھوٹ نکلتا ہے"۔[۲۰]

ذیل میں اس بے ضرر وذو معنی مفہوم کی مثال دیکھیے:

عنوان "شوق دا کوئی مُل نہیں" میں موازنہ وتضاد کو تکنیک صورت واقعہ کے اندر دکھایا گیا ہے۔مثال دیکھیے:

شریف آدمی کو دیکھا جس نے اپنی ایئر کنڈیشنڈ گاڑی میں لمبی زبان والا کتا اپنے ساتھ بٹھا کر صاحب ایک تو بند گاڑی میں اس کی سانسوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے دوسرا زبان کتے کی گرماہٹ اپنے جسم پر محسوس کر رہے تھے۔

چند روز پہلے صاحب کے ہاں ڈرائنگ روم میں ان کا چار سالہ بچہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوا اور ہمیں دیکھتے ہی اعلان کیا! آپ کتے ہیں؟

بیٹا آپ پہلے کتا شناس ہیں جس نے ہمیں پہچان لیا بلکہ اپنے بھائی کو پہچان لیا۔ پکڑ کر اسے پیار کرنا چاہا مگر موصوف نے ہمیں جھٹک کر کہا۔ نہیں میں کتا نہیں ہوں۔ میں کتے کا بچہ ہوں"۔ (۲۱)

مزاح نگار نے بتانا چاہا کہ ہم جانوروں پر اس وقت ہنستے ہیں جب وہ انسانوں جیسی کوئی حرکت کرتے ہوں اور انسانوں پر اس وقت جب ان سے جانوروں جیسی حرکتیں سرزد ہوں۔ یہاں پر ایک طرح سے یہ زبردست طنز ہے اور انسان کے اشرف المخلوقات کہلائے جانے پر اور خود انسانیت پر ۔مزید ڈاکٹر خواجہ عبدالغفور رعایت لفظی سے متعلق اپنی تجزیاتی کتاب طنز و مزاح اور تنقیدی جائزہ میں لکھتے ہیں:

"رعایت لفظی میں بھی دو الفاظ ایسے استعمال کیے جاتے ہیں۔ جو بظاہر ایک جیسے لیکن اصل میں مختلف بلکہ بعض اوقات تو بالکل ہی متضاد مفہوم رکھتے ہیں مفاہیم کا مابعد اور الفاظ کی یہی مماثلت ضلع جگت کی جان ہے۔ "۔ (۲۲)

مثال میں مزاح نگار کے تاثر بھرے ذو معنی جملے دیکھیے:

سنا ہے امریکہ کتے نہ کاٹتے ہیں اور نہ ہی بھونکتے ہیں۔ اگر ان کی حرکات ایسی ہیں تو پھر وہ کتوں کی صف میں کیسے کھڑے ہو سکتے ہیں؟

ہمارا خیال ہے باہر والوں کو پاکستان سے چند سینئر کتے طلب کرنے چاہیں تاکہ وہاں کے کتوں کو نہ صرف بتایا جائے کہ وہ کتے ہیں بلکہ انہیں باقاعدہ "کتا ٹریننگ" دی جائے۔

انگریزی کتوں کی اس "غیر کتی" حالت پر ہم نے ایک پاکستانی امریکی سے پوچھا: جناب ہمارا خیال ہے کہ امریکی کتوں کو ہمارے ہاں کے انسانوں نے خراب کیا ہے۔ آپ کی کیا رائے ہے؟ بولے کس طرح۔

عرض کی: جناب یہاں کے لوگ وہاں جاکر کتوں کو نہلاتے ہیں اور "مالک کتا" کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کتے کو پیار کرتے ہیں۔ اس کے ناز نخرے اٹھاتے

ہیں۔ اس طرح وہاں کے کتے ناکارہ ہوگئے ہیں بولے: "آپ کا اندازہ غلط ہے۔" امریکی کتے سب کچھ کرتے ہیں مگر رازداری سے۔" (۲۳)

یہاں مزاح نگاروں نے بعنوان "قبرستان، کتا شوق" میں مفاد پرستی ملعون کو بیان کیا ہے۔ "دراصل مزاح کی اصطلاح وسیع تر معنوں میں استعمال ہوتی ہے اور اس میں وہ سب چیزیں آتی ہیں یعنی بذلہ سنجی، شوخی، طنز، تضحیک، ظرافت وغیرہ۔ مزاح کے مختلف رنگ ہیں اور اس کی مختلف شکلیں اور صورتیں ہیں مذاق کا بنیادی مقصد شگفتگی پیدا کرنا ہے۔ اس میں مزاحیہ اور طنزیہ انداز میں زندگی کے تلخ حقیقتوں کو بے نقاب کیا جاتا ہے۔

۳۔ لطیفہ گوئی

لفظ لطیفہ عربی زبان کی دین ہے جس کے معنی ہیں بذلہ، مزاح یا چٹکلا ہے۔ یعنی لطیفہ انوکھی بات، دلچسپ بات، ظرافت کی بات، لطف آمیز بات، نازک اور عمدہ چیزہ کو کہتے ہیں۔

لطیفہ گوئی سے متعلق عبد الغفور اپنی کتاب "طنز و مزاح کا تنقیدی جائزہ" میں رقمطراز ہیں:

"لطیفہ کا یہ اعجاز ہے کہ روتوں کو ہنسا دے، مردہ دلوں کو زہرہ عطا کرے، قنوطیت اور یاسیت کو نابود کر دے، اعصابی تناؤ اور اضمحلال کو دور کر دے۔ یہ ایک شگوفہ ہوتا ہے۔ ذرا سے میں موڈ بدل دے، مزاج کو شگفتگی بخش دے"۔ (۲۴)

مزاح نگار نے عام فہم اور زود فہم انداز میں "جدید تعزیت نامے" کے عنوان سے معاشرے کی ایک عادت و حقیقت یعنی مشاغل لایعنی کا ذکر کیا ہے دنیا سے رخصت ہونے والوں کو دنیا ان کو نامہ اعمال کے ساتھ یاد کرتی ہے اور یوں یہ اصلاح کرنا چاہی کہ دنیاداری کس قدر اہمیت اختیار کر گئی کہ اکثریت اپنی آخرت کو فراموش کر چکے ہیں۔

درج ذیل عبارت میں مزاح نگار گل نوخیز اختر نے فرضی حاجی صاحب کے حولے سے دنیا کی رنگینیوں سے لگاؤ بتایا ہے کہ حاجی صاحب فوت ہوئے تو ان کی فوتگی کی خبر بذریعہ فیس بک ہر طرف پھیل گئی اور لوگوں نے بھی تبصرے(کمنٹس ۲۵ے) کی شکل میں اظہار کیا ان میں سے کچھ مخالفین نے لائیک کا بٹن دبا کر اپنے تاثرات کو درج کیا اور مزاح نگار نے طنزیہ کہا ہے کہ حاجی صاحب انتہائی نیک انسان تھے ان کی شرافت کا اندازہ اس طرح لگایا جاسکتا ہے کہ انہوں نے اپنے موبائل پر کبھی کوئی کوڈ نہیں لگایا اور نہ ہی کبھی کسی کو بلاک کرنے کی زحمت کی ہے۔

مزاح نگار نے جھلک دکھانے کی کوشش کی ہے کہ ساری زندگی انسان جو کام کرتا ہے مرنے کے بعد بھی انہی کاموں کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے۔ مثال پیشِ نظر ہو:

> مرحوم کا موبائل چیک کیا گیا تو ساری سلفیوں کے عقب میں جامع مسجد دکھائی دی بلکہ ایک سیلفی تو حج کے دوران شیطان کو کنکریاں مارتے ہوئے بھی بنائی جو فیس بک پر ۲۔۵likes شئیر ہوئے۔ مرحوم کا گوگل براؤزر کھولا گیا تو ہسٹری بالکل خالی نکلی۔ کیا کمال کے بندے تھے اللہ بخشے کبھی کسی گروپ کو Leave نہیں کیا۔[۲۵]

مزاح نگار نے یہ لطائف جن پر فرد کا قہقہہ بلند ہوتا ہے دراصل ان کو فرد اور معاشرے کا نقطہء اتصال سے لیا ہے ۔لیطفہ کی خوبی ہے کہ یہ خود بخود پھیلتے چلے جاتے ہیں اس سے متعلق ڈاکٹر سلیم اختر اپنے فہم و فراست سے لکھتے ہیں۔

> "مزاح میں لطیفہ کا تجزیاتی مطالعہ خالی از دلچسپی نہیں۔ یہ خودرو پھولوں کی مانند ہیں اور ان کی مقبولیت گویا ہوا کے ساتھ چلتی ہے ۔"[۲۶]

منتخب مزاح نگاروں بیانِ مزاج سے مزاح پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس میں لطائف اور واقعات کے مضحکہ خیزی سے بھرپور مذاق کی صورت پیدا کی ہے۔ اس طرح لکھنے والے کی سہل نگاری بھی ظاہر ہو جاتی ہے۔ اصل مزاح تو یہی ہوتا ہے۔ جس میں تہ در تہ معنی کی کی پرتیں کھلتی رہیں اور ایک ایک فقرہ پڑھنے والے کے ذہن سے چپک کر رہ جائے اگر ایسا نہیں تو کم از کم قاری کے ذہن کے نیہاں خانوں میں روشنی کی کوئی لکیر چھوڑ جائے اور درج بالا تحریروں میں لطائف میں جابجا ایسا تاثر ملتا ہے۔

۴۔ تشبیہ و استعارہ

اردو گرامر میں تشبیہ کا مطلب کسی ایک چیز کو دوسری چیز کی طرح قرار دینا ہے اسی طرح استعارہ اردو گرامر سے تعلق رکھتا ہے جس کا لفظی مطلب ادھار لینا ہے یوں استعارہ: کسی ایک چیز کے معنی کو واضح کرنے کے لئے کسی دوسری چیز کے معنی کو ادھار لیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر اشفاق احمد اردو گرامر کی مزاح میں استعمال ہونے والی اس اصطلاح سے متعلق اپنا تجزیہ یوں رقم کرتے ہیں:

"تشبیہ اور استعارہ ہی علم بیان کے سب سے اہم نمائندے ہیں جب ایک مزاح نگار اپنے خاص مقصد کو ذہن میں رکھ کر علم بیان کے ان حربوں سے استفادہ کرتا ہے تو لطیف احساس کی کلی کھل کر گلاب بن جاتی ہے۔

استعارہ و تشبیہ کسی بھی مزاح نگار کا سب سے خوبصورت اور دلکش حربہ ہوتے ہیں اور مزاح نگاروں نے ان حربوں سے خوبصورت انداز میں فائدہ اٹھایا ہے۔"(۲۷)

مزاحیہ نثر نگار اقرار حسین شیخ نے جملہ بازی، استعارہ اور تشبیہ کے امتزاج کے ساتھ مزاح کو پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔مثال میں عمر کو تجربے، آواز کو بات کے بھاری ہونے سے تشبیہ دی گئی ہے جبکہ موضوع، امن، عیب، اعمال کی تشہیر اور صحت کے لیے عمدہ استعاروں کا بخوبی استعمال کیا گیا ہے۔ذیل میں دیکھیے:

"عمر سے زیادہ تجربے کا دعوی کرتے ہیں۔شاید یہی وجہ ہے کہ چہرے سے مرد کم اور لیبارٹری زیادہ نظر آتے ہیں۔گفتگو میں لہجہ دھیما اور آواز آہستہ ہونے کے باوجود بات بھاری کرتے ہیں اور موضوع میں عورت ہی پسند فرماتے ہیں۔ویسے تو امن پسند ہے لیکن بنتی بہت کم سے ہے۔دوسروں کی خوبیوں سے زیادہ عیب تلاش کرتے ہیں۔یہ بات دوسروں تک پہنچانے کا بہترین میڈیا مانا جاتا ہے۔

معمولی سے معمولی بات کو بھی سنجیدگی سے لیتے ہیں۔

دوسروں کا درد صرف اپنے جگر میں ہی نہیں پورے جسم و جاں میں محسوس کرتے ہیں۔اسی لیے خار بازی میں ان کا کوئی ثانی نہیں"۔(۲۸)

اس سے متعلق ڈاکٹر خواجہ عبد الغفور نے اپنی فراست کی روشنی میں تنقیدی جائزہ اس طرح کیا۔

دو لفظوں کا تلفظ میں مشابہ اور معنی میں مختلف ہونا، بدیع کی اصطلاح میں تجنیس کہلاتا ہے۔اس کے سوا بعض الفاظ حروف میں یکساں اور حرکات و معنی میں مختلف ہوتے ہیں۔جیسے پُل اور پَل (۲۹)

مزاح نگار اقرار حسین شیخ کی تحریر میں یہ جھلک نظر آتی ہے مثال ملاحظہ کیجیے:

شاہ جی کے پاس انگریز یا انگریزی زبان سے متعلق معلومات کا فقدان ہے۔ان کی جدید لغویات کے مطابق۔

انگریز اردو زبان کا لفظ ہے۔ اس کے پہلے حصے کا مطلب ہے بدن، جسم بند، عضو اور دوسرے حصے کو بہانے والا، یعنی جسم کے ساتھ بکھرنے والا۔ یہ کیا بول رہا ہوں ترجمہ میں اسے جسم کے ساتھ چمٹے ہوئے جراثیم کہتے ہیں۔

"جو لوگ انگریزی بولتے ہیں ان کی بات پاکستان میں زیادہ سنی جاتی ہے۔ انگریزی بولنے والا شخص علمی اور زہرا اعتبار سے احمق کی کیوں نہ ہو انگریزی بولنے کی وجہ سے وہ تعلیم یافتہ تصور کیا جاتا ہے۔"[۳۰]

اس اقتباس میں "دور کے ڈھول سہانے" بتا کر مذاق اڑایا اور معاشرے میں پیدا ہونے والے نقص کی طرف توجہ دلائی ہے

جیسا کہ ڈاکٹر وزیر آغا نے تحقیق سے اس پر یوں نظر ثانی کی ہے:

"دراصل ہنسی اس فرد کا مذاق اڑاتی ہے جو سوسائٹی کی سیدھی لکیر سے ذرا بھٹکے یعنی ہنسی ایک ایسا آلہ ہے جس کے ذریعہ سوسائٹی ہر اس فرد سے انتقام لیتی ہے جو اس کے ضابطہء حیات سے بچ نکلنے کی سعی کرتا ہے"۔[۳۱]

ایک اور مثال دیکھیے:

پنجابی میں اسے کہتے ہیں "رنگ بازی"۔۔۔۔۔۔یوں سمجھ لیجئے کہ یہ ایک ایسی کہانی ہوتی ہے جس میں سننے والوں پر چھ ہفتوں بعد کھلتا ہے کہ زلیخا مرد تھی یا عورت۔۔۔۔۔چَیٹنگ اور" چِیٹنگ" میں معمولی فرق ہوتا ہے۔۔۔۔۔چَیٹنگ کنوارے کرتے ہیں اور چِیٹنگ شادی شدہ۔ غالبا ۴۰ دنوں کا واحد طریقہ علاج ہے۔

"ایک لڑکی پھنس گئی ہے۔۔۔۔"

کسی مشکل میں۔۔۔۔۔؟؟"

ابے نہیں۔۔۔۔میرے ساتھ"۔

"ایک ہی بات ہے"۔

"بکواس نہیں کرو۔۔۔۔۔وہ میرے ساتھ پھنسی ہے۔[۳۲]

یہاں مزاح نگار گل نوخیز اختر نے حاضر جوابی کا حربہ کام میں لا کر مزاح/خوش طبعی کی جھلک دکھائی ہے جیسے مثال میں سوال کچھ ہے، بات کہیں اور کی ہے، مگر حاضر جوابی کے کمال سے یوں بظاہر یہ لگا کہ جیسے تیر نشانے پر لگا ہے یا چاہئے نشانہ غیر متعلق ہی کیوں نہ ہو، ایسی صورتِ حال سے مزاح پیدا کیا ہے۔

اس سے متعلق ڈاکٹر محقق خواجہ عبدالغفور نے اپنی فراست سے تنقیدی نچوڑ پیش کیا ہے :

> ترکی بہ ترکی حاضر دماغی کے ساتھ ساتھ حاضر جوابی ایک بہت بڑا ہنر ہے، جو آدمی کو کامیاب بناتا ہے اور دوسروں کے لئے تفریح طبع کا باعث ہوتا ہے۔ ۔۳۲ص"۔[68]

مزاح نگار نے ای میل و فی میل کی خوبیوں، مماثلت پر روشنی ڈالی ہے مثال پیشِ نظر ہو:

> میں نے کہا۔۔۔۔۔۔۔۔ماشااللہ۔۔۔۔۔۔ویسے یہ آپ ای میل سے" فی میل" کی طرف کیسے جانکلے۔۔۔۔۔۔۔۔۔کچھ روشنی ڈالیے"۔
>
> فخر سے بولے "بس یار۔۔۔۔۔۔۔۔بہت دنوں سے تنگ کر رہی ہے"۔
>
> "۔کون۔۔۔۔۔۔۔جوتی؟"
>
> "ابے نہیں۔۔۔۔۔۔۔لڑکی!!!۔۔۔۔۔۔۔تم آج شام کو میری طرف آجانا۔۔۔۔۔۔۔۔۔دیکھنا

مزاح نگار نے الفاظ کی خوبصورتی کا کمال دکھایا یعنی درج مثال میں ای میل اور فی میل کی صوتی تکرار سے ذو معنیت پیدا کی ہے مزاح نگار نے اپنے طور پر پیغام رسانی کے ایک ذرائع کے غلط استعمال کی اصلاح کی ہے، مزاح نگار "ای میل" کا مطلب بتاتے ہیں۔

> یہ "فی میل" اور خیبر میل سے بھی آگے کی چیز ہوتی ہے۔اس کا سب سے زیادہ فائدہ خواتین کو ہوتا ہے جو گھر بیٹھے ایک دوسرے کو میل(male)" بھیج سکتی ہیں"۔[33]

استعارہ و تشبیہ مزاح میں ایک ہی چیز کے مختلف شیڈز ہیں نثر میں لفظی بازی گری ان دونوں حربوں کا خاصہ ہے۔ استعارہ و تشبیہ اصل میں مزاح نگاروں کا ایک بڑا موثر اور کامیاب ہتھیار ہے۔یعنی مزاح نگار تحریر میں عموماً ایسے دو الفاظ استعمال کرتے ہیں جن کے دو مفہوم نکلتے ہیں۔ ایک قریب کا اور دوسرا دور کا۔ مزاحیہ جملہ پڑھتے ہی فوری طور پر قریب کا معنی ذہن میں آتا ہے۔ جو بظاہر بڑا بے ضرر سا ہوتا ہے لیکن پھر جیسے ہی دھیان دوسرے معنی کی

طرف منتقل ہوتا ہے تو اس میں چھپے طنز کے نشتر کی چبن بھی محسوس ہوتی ہے اور بعض اوقات مذاق کا فوارہ بھی پھوٹ نکلتا ہے جسے نثر میں کلیاں چٹکتی لگتی ہیں۔

استعارہ میں بھی دو الفاظ ایسے استعمال کیے جاتے ہیں۔ جو بظاہر ایک جیسے لیکن اصل میں مختلف بلکہ بعض اوقات تو بالکل ہی متضاد مفہوم رکھتے ہیں مفاہیم کا مابعد اور الفاظ کی یہی مماثلت و معنی کا ادھار لینا مزاح کی جان ہے۔

۵۔رمز

رمز عربی زبان سے تعلق رکھنے والا لفظ ہے اور اس کا لفظی مطلب اشارہ، کنایہ ہے رمز کی تعریف میں ڈاکٹر عبدالغفور لکھتے ہیں:

> "رمز و کنائے میں نوک چوک ہوتی ہے اشارے اشارے میں ایسی بات کہ جو دوسرے بالکل سمجھ نہ سکیں لیکن جس کی اشارہ ہے وہ ضرور سمجھ جاتا ہے۔ پیچ در پیچ پھیر پھیر کے ساتھ ظاہر کچھ، باطن کچھ، کبھی کم بیانی سے، کبھی مبالغہ سے مخالف کے دلائل، نظریات، استدلال کو بظاہر مانتے ہوئے ایسی بات کہنا کہ جس سے ساری باتیں خود بخود رد ہو جائیں کبھی کبھی چھپتے معنی بلا ارادہ ظاہر ہو جاتے ہیں۔ مزاح کی یہ بہترین صنف ہے۔"۔ (۳۴)

ذیل کی مثال میں مزاح نگار گل موحیز اختر نی اسلوبی تکنیک رمز استعمال کرتے ہوئے سماجی مسائل میں ساس بہو کا جھگڑا ہر جگہ اور تقریباً ہر دور میں جلوہ گھر رہا ہے یعنی مزاح نگار نے اس حربے میں ساس بہو کی چپکلش کی عمدہ تصویر کشی کی ہے۔

مثال ملاحظہ کیجیے:

> تھانیدار صاحب! شادی کے تیسرے دن میں نے اسے اپنے پاس بٹھایا' سر پر پیار کیا' اپنے جہیز کی سب سے قیمتی چیز یعنی "پیتل کا لوٹا" اس کو دیا اور کہا کہ بیٹی یہ آج سے تمہارا ہوا' آگے سے منہ بسور کر بولی" اِس کا میں نے کیا کرنا ہے؟" اندازہ کریں... یعنی ساس لوٹا بھی دے اور یہ بھی بتائے کہ اس کا کرنا کیا ہے۔ یہ گھر تمہارا ہے اور آج کے بعد تم ہی نے اسے سنبھالنا ہے لہٰذا میں نے کام والی کی چھٹی کرا دی ہے' اور بدتمیزی سے بولی" اگر یہ گھر میرا

ہے تو آپ نکلیں یہاں سے۔ تھانیدار صاحب! ۳۰۲ کا پرچہ کاٹیں اور کسی زہریلے سانپوں والی حوالات میں بند کریں شکریہ! فقط اچھی ساس۔" (۳۵)

رمز کا رشتہ الفاظ کے ساتھ بہت گہرا ہوتا ہے۔ منتخب تحریروں میں الفاظ کی دلکش قوسِ قزح جابجاہ جلوہ گر ہے۔ کم بیانی کے ذریعے جو ظرافت کا بڑا کاریگر حربہ ہے اس ہنسی کی بڑی گنجائش ہوتی ہے اور مزاح نگار اپنی فطری حس مزاح سے تخیل اور تخلیق کی آزمائش سے بھی گزرتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ضرب المثل کہاوت کو بھی استعمال کیا ہے۔ اپنی تحقیقی تصنیف میں محقق ڈاکٹر خواجہ عبد الغفور نے ضرب المثل کہاوت کا تنقیدی جائزہ کچھ یوں رقم کیا ہے:

"وہ جملے جو زبان زد عام ہو اور ایک خاص مفہوم کو ادا کرتے ہوں، ان رد و بدل کر کے یا ان کو توڑ مروڑ کر یا ان کی ترکیب کو بدل کر مختلف معنوں کا اظہار کرنا بھی ایک طرح کی ظرافت ہے۔ اور یوں اس ہنر کے ساتھ انہیں بندشوں سے ہنسی مذاق کے معنی اخذ کرنا بڑا ہنر ہے۔" (۳۶)

مزاح نگار اقرار حسین شیخ نے اپنی نثر میں اس فن سے خوب کام لیا ہے اور لفظوں کی بندشوں سے ہنسی مذاق کا معنی اخذ کرنے کا ہنر دکھایا ہے۔

مثال دیکھیے:

"ان کا کلینک اس نہر کے کنارے ہے جہاں اب پانی کی بجائے لوگ بہتے ہیں۔ یہ ان کی دور اندیشی ہی تو ہے کہ انہیں اپنا مریض دور سے نظر آجاتا ہے۔" (۳۷)

ڈاکٹر اشفاق احمد اپنی کتاب "اردو نثر میں طنز و مزاح" کے اندر رمز کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

"رمز کا انگریزی مترادف عام طور علامت کیا جاتا ہے۔ رمز کی اصل روح کم بیانی (انڈر ایسٹیمیٹ) مضمر ہے۔ لیکن مزاح نگار کے الفاظ، لہجے اور انداز کے اندر ایک ایسی برقی رو پوشیدہ ہوتی ہے جو ذرا تامل کرنے پر سمجھ میں آجاتی ہے اور قاری یا اصل ہدف کو اس کی بے راہ روی کج ادائی کا احساس دلا کر چپکے سے غائب ہو جاتی ہے"۔ (۳۸)

مزاح کے کے اندر تاثر پیدا کرنے کے لئے رمز لازماً شامل کیا جاتا ہے اور رمز میں مبالغہ کے برعکس کم بیانی UNDERSTATEMENT کا سہارا لیا جاتا ہے۔ یعنی لفظوں میں مبالغہ کرنے والا (IRONIST) کا کمالِ ہنر ہے کہ وہ ایک مختلف سمت رکھنے والی سوچ کو اپنے لفظوں میں ڈھال کر اس طرح پیش کرتا ہے یہ اندازِ فکر ایک بے معنی صورت لگنے لگتی ہے یعنی در حقیقت اس میں بڑھا چڑھا کر بیان کرنے والے کی صلاحیت کا کمال نظر آتا ہے۔

۶۔ علامت

مزاحیہ اسلوب میں علامتِ مزاح کے جلوے اپنے عروج پر دیکھائی دیتے ہیں۔ مزاح نگار مذاق سلیم پیدا کرنے یا مزاح کی غرض سے لطف و تفریح کے لئے یعنی ہلکے پھلکے عام فہم انداز اور لوگوں کی سوجھ بوجھ کے مطابق علامت کی تکنیک کو برتتے ہیں۔ اس سے متعلق ڈاکٹر انیس اشفاق لکھتے ہیں:

> "اظہار کا بالواسطہ پیرایہ یعنی ایک بات کہنا اور اس سے دوسرے معنی مراد لینا۔ ادب کی ایک نمایاں خصوصیت ہے۔ علامت سے مراد وہ بیان ہے جس کے ذریعے جو کچھ کہا جائے اس سے کچھ زیادہ اور کچھ الگ معنی مراد لیے جائیں۔"(۳۹)

اس مزاحیہ تحریر میں علامت کا استعمال بطور زبان بندی کے ہوا ہے۔ مزاح نگار نے ہنسی ہنسی میں مطلوبہ بات کو مختلف پردوں میں چھپا کر بیان کرنا چاہا ہے۔ ہمارے ہاں چونکہ بغیر علم و آگاہی کے تہوار کو منایا جاتا ہے۔ اس کو بذریعہ علامت اور تجرید ایک معتبر روایت کی جھلک دکھائی ہے۔ مزاح نگار نے صورت واقعہ میں چاند پر چرخہ کاتتی بڑھیا کو خوبصورت اور دلکش علامت سے ظاہر کیا ہے یعنی یہاں مزاح نگار گلِ نوخیز اختر نے پاکستانی معاشرے پر جو لاعلمی کے اثرات مرتب ہو رہے ہیں ان کو دکھایا ہے ذیل کی مثال میں مزاح نگار علامت سے کام لے رہا ہے مثلاً:

> "یہ بڑھیا کون ہے' میں نے فرطِ جذبات سے مغلوب ہو کر چیخ ماری اماں! تم تو وہی ہو نا جو چاند پر چرخہ کاتتی ہو؟" یہ سنتے ہیں اماں بھڑک اُٹھی "وے تم زمین والے کتنے فراڈیے ہوتے ہو؟' رمضان اور عید کا چاند تمہیں نظر آتا نہیں اور چاند پر بیٹھی ہوئی" میں "صاف نظر آجاتی ہوں۔(۴۰)

بقول ڈاکٹر انیس اشفاق کے:

"کھانے پینے، دیکھنے اور چلنے کی طرح علامت سازی کا عمل بھی انسان کے بنیادی اعمال میں سے ایک ہے اور یہ عمل ہر وقت جاری رہتا ہے۔"۔ (۴۱)

ذیل کی مثال میں مزاح نگار نے بذریعہ علامت نگاری عام استعمال کی چیزوں کے حوالے سے بھرپور مزاح پیدا کیا ہے۔ مزاح نگار نے بتانا چاہا کہ ہم زندگی میں اس عمل سے باخبر رہتے ہیں اور کبھی صرف اس کے نتائج ہمارے سامنے آتے ہیں۔ذہن ان سب تجربات کو قبول کر لیتا ہے گویا جیسے ذہن نے محفوظ کر لیا ہو۔ اس سب سے مزاح نگار نے ذخیرہءالفاظ کی کمی پر چوٹ کی ہے،لوگ بغیر معانی و مطالب جانے بس آواز کے ترنم سے متاثر ہو کر نام رکھ لیتے ہیں جس کو ایک مثال کے ذریعے سمجھایا ہے:

"چین ہی کو دیکھ لیجئے، وہاں غالباً بچے کی پیدائش کے وقت بچے کے سرہانے پڑی ہوئی کوئی چیز نیچے پھینک دی جاتی ہے، جو آواز پیدا ہوتی ہے وہی بچے کا نام رکھ دیا جاتا ہے۔۔۔ مثلاً۔۔۔ اگر چمچ گرے تو۔۔۔" چھن چھنگ "اور اگر گلاس گرے تو" ہانگ ٹانگ "۔۔۔ خدانخواستہ اگر یہی طریقہ ہمارے ہاں بھی راج ہو جائے تو کیا ہو گا؟ (۴۲)

مزاح نگار اقرار حسین شیخ نے اپنی مزاحیہ تحریر میں بطور علامت نگاری سوال جواب کی تکنیک کو استعمال کیا ہے اور اس سوال جواب کے فن سے متعلق ڈاکٹر، محقق تنقیدی تجزیہ میں لکھتے ہیں:

"اصل میں یہ ایک فن ہے سوال کو اس طرح مرتب کرنے کا کہ جواب کے لئے الجھن پڑ جائے بظاہر بالکل غیر متعلق بات ہو۔اس قسم کا مزاح بہت خالص ہوتا ہے کہ اس سے نہ تو کسی قسم کا مذاق اڑایا جاتا ہے اور نہ کسی کے دل آزاری ہوتی ہے" (۴۳)

مزاح نگار نے اس تکنیک کے ذریعے مختلف پیشوں کا بھی عکس دکھایا ہے جیسے یہاں کتب خانوں کے رواج، سوچ اور علم کی روشنی کو درگت بنتا دکھایا ہے۔

فنِ سوال جواب سے متعلق اقتباس ملاحظہ کیجیے:

کسی لائبریری سے پوچھو،اس کے پاس علم کا خزانہ ہوتا ہے۔وہ بڑا معقول جواب دے گا۔
ہم نے عرض کی صاحب آپ کے علم کے گھر میں رہتے ہیں۔ آپ کے دائیں بائیں، اوپر نیچے علم کی دولت ہی دولت ہے۔ آپ اس علم کی روشنی میں ہمارا ایک مسئلہ حل کر دیں۔
بولے: کوئی حوالہ جاتی خدمات ہیں۔ نہیں سر صرف آپ کو جواباتی خدمت کرنا ہے

پھر سر کو شہادت کی انگلی سے کھجایا۔ اور کہا:

کیٹلاگ کنسرن کریں۔ کیٹلاگ!

"انسائیکوپیڈیا آف برٹانیکا" کنسرن کریں۔ اور ہماری ذات پر احسان کرتے ہوئے ہمیں وہ اس شیلف تک لے گئے جہاں یہ "انسائیکوپیڈیا قطار باندھے کھڑا ہمارا منہ چڑھا رہا تھا۔

کافی سوچ و بچار کے بعد تھک ہار کر ہم تو ہتھیار ڈال چکے تھے لیکن پھر ہمیں جدید ٹیکنالوجی کی یاد ستائی تو ذہن میں شیطان نے دستک دی۔ بندہ بشر ہے لہذا ہم نے اپنا سوال کمپیوٹر کو دے مارا اور واپسی پر جواب ملا:

"وائرس ہے بھئی وائرس ہے "(۴۴)

معلوم ہوا کہ مزاح نگار نے مزاح ذو معنی الفاظ سے اور بڑی خوبصورتی سے سخن چینی کا حربہ استعمال کرتے ہوئے مزاح پیدا کیا ہے۔ سخن چینی کے حربہ سے متعلق تجزیہ نگار خواجہ عبد الغفور اپنی نور بصیرت سے مزاح میں اس کی حیثیت کے بارے میں کچھ اس طرح لکھتے ہیں۔

"بات میں سے بات نکالنا۔ مختلف معنی دے کر ایک ہی لفظ کو جداگانہ طریقے پر استعمال کرنا ایک اور مزاح کا پہلو نکالنا۔ تقریر اور تحریر میں اس قسم کی باتوں سے موڈ اور مزاج بدلتا ہے۔" (۴۵)

ذیل میں عنوان "کیا اُردو سے محبت نہیں؟ میں دوسروں کو نصیحت خود میاں فصیحت کا عکس دکھایا ہے، یہ ایک طرح سے سخن چینی ہے۔ مزاح نگار نے اس مثال میں فرضی ای میل کے ذریعے پیارے وطن پاکستان کی قومی زبان "اردو" کی خستہ حالی سے آگاہ کرنا چاہا۔ مزاح نگار نے بطور علامت فرضی ای میلز کا سہارا لیتے ہوئے اردو زبان کی درگت کا حال سنایا ہے۔ مزاح نگار نے بتایا کہ اردو زبان کی اصلاح سے متعلق ۳عدد میلز موصول ہوئیں اور ان میں بھی زبان کا نوحہ بلب چیخ چیخ کر اردو کو درست بولنے اور سرکاری زبان کا درجہ دینے سے متعلق مہم چلانے کا کہہ رہا ہے پہلی ای میل کا اقتباس ملاحظہ فرمایئے:

"میں آپ کے قالم بڑے شوک سے پڑھتا ہوں، آپ سے غزارش ہے کہ اردو کے حک میں بھی کوئی قالم لکھیں، اردو ہماری کومی زبان ہے لیکن یہاں جو ہال اردو کا کیا جارہا ہے وہ ناکابل بیان ہے۔ ساری سرقاری خت وکطابت انگریزی میں ہوتی ہے"۔ (۴۶)

مزاح نگار نے مثال میں بڑی خوبصورتی سے تلفظ واملا کی عموماً کی جانے والی اغلاط کا حربہ استعمال کرتے ہوئے مزاح پیدا کیا ہے۔اس اندازِ مزاح کے بارے میں ڈاکٹر خواجہ عبدالغفور اپنے تنقیدی جائزہ میں کہتے ہیں کہ:

"غلط سلط بگڑے اور توڑ مروڑ سے اور غلط املاء سے بھی دلچسپ و بے ساختہ مزاح پیدا ہوتا ہے"۔(۴۷)

مزاح نگاروں نے بذریعہ مزاحیہ حربے یہ بھی بتانا چاہا کہ مزاح کا تعلق سماج سے ہے اور سماج کے بغیر اس کا تصور ممکن نہیں۔ جیسے مزاح نگار نے اردو کی املا کے ساتھ ساتھ موجودہ دور کی سنگین غلطی (اردو رسم الخط کے بجائے رومن) کی طرف توجہ دلائی کہ معاشرہ خالی خولی سوچ ہی رکھتا ہے بلکہ عملاً اردو رسم الخط کے بجائے رومن رسم الخط کو اپنائے ہوا ہے یوں ہر طرف جابجا لکھائی، پڑھائی یعنی ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے لوگ اردو رسم الخط کے بجائے رومن رسم الخط کو ہی ترجیح دیتے ،اقتباس پیش نظر ہے:

sir hakomat nay urdu zubn ky faroog kay liay kuch nahi kia , ajkal har bandh roman urdu ka dewana ho gya hai, kia hamrai zuban ki koi ehmiat nahi, pls urdu kay faroog kay liay apna kirdar ada karain take is meethi zuban ko dunya bhar main phailaya ja sakay . Shukria

مزاح نگار گل نوخیز اختر کو ایک تیسری میل بھی اردو زبان کے فروغ سے متعلق موصول ہوئی۔جس میں لکھنے والا اردو سے محبت کا دعوی دار ہے اور خود بھی غلط اردو لکھتا ہے۔ گلِ نوخیز اختر کو دعاؤں کے ساتھ میل بھیجتے ہیں !اللہ نے آپ کو صلاحیت دے رکھی ہے۔آپ ہر لمحہ مزاحیہ انداز میں معاشرے کی اصلاح کی کوشش کرتے ہیں۔آپ سے درخواست ہے کہ آپ کوئی ایسا کالم بھی لکھیں ،جس میں لوگوں کو بتائیں کہ ہماری قومی زبان اردو ہے، ہمیں چاہے کہ ہم درست انداز میں اردو بولیں۔یقین نہیں آتا مگر ہماری قومی زبان اردو کا تو یہ حال ہو چکا ہے کہ جو لوگ ٹوٹی پھوٹی اردو لکھتے یا بولتے ہیں ان کو بھی سن کر ہنسی آتی ہے اور دکھ بھی ہوتا ہے۔کاش ہم اپنی زبان سے اتنے لاپرواہ نہ ہوتے تو دنیا بھر میں آج ہماری زبان کی بھی دھوم ہوتی۔مثلاً اقتباس ملاحظہ ہو:

"گل نخیز صاحب! آپ سے غزارش ہے کہ تم کبھی کوئی ایسا کالم بھی لکھو جس میں لوگوں کو بتائیں کہ اردو ہماری قومی زبان ہے، ہمیں چاہے کہ ہم اردو بولو۔ یقین کرو اردو کا تو یہ حال ہو گیا ہے کہ اب تو جو لوگ ٹھوٹھی پھوٹی اردو لکھتے یا بولتے ہیں ان کو بھی دیکھ کر ہنسی آتی ہے اور دکھ بھی۔ کاش ہم اپنی زبان سے اتنے گافل نہ ہو تو دنیا بھر میں ہماری زبان کی دھوم ہوں گی!!!!"(۴۸)

منتخب مزاحیہ نثر کے تحقیقی مطالعہ کے بعد یہ دیکھا گیا ہے کہ مزاح نگاروں نے زبان و بیان اور اسلوب میں شگفتہ انداز کے ساتھ فن کو بھی ملحوظ رکھا ہے۔ علامت کے ذریعے مذہبی عقائد سے دوری، مختلف پیشوں کی بد حالی، اردو زبان کی خستہ حالی اور جدید ٹیکنالوجی کے غلط استعمال جیسے مسائل کو عیاں کیا ہے۔ اردو مزاحیہ نثر میں ادبی مزاح کو مزید فروغ حاصل ہوا ہے یوں مزاح نگاروں نے بہترین اور اعلی پائے کے مزاح کو منظر عام پر لانے کی کوشش کی ہے۔ مزاحیہ نثر شائستہ اور سنجیدہ ظرافت کا نمونہ معلوم ہوئی ہے۔ معاشرے میں پیدا ہونے والے بگاڑ یا سیاسی و سماجی زوال کی وجہ سے جو حالات پیدا ہوتے ہیں اس کا اثر زندگی کے ہر شعبے پر پڑا۔ جس کو مصنفین نے مزاح کے حربوں و زبان کی سطح پر استعمال ہونے والی تکنیکی صورتوں کے ذریعے قاری تک پہنچایا ہے یوں مزاح کا ایک وقیع سرمایہ وجود میں آیا ہے جو کہ خاص اہمیت کا حامل ہے۔

منتخب مزاحیہ نثر کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ سنجیدہ تحریر کے ساتھ ساتھ زندگی میں مزاح کی موجودگی بہت ضروری ہے۔ مزاح اور انسانی زندگی ازل سے ساتھ ہیں۔ مزاح نے زندگی پر اَن مٹ نقوش و اہمیت چھوڑی ہے۔ مزاح نگاروں نے نثر میں کرداری اور واقعاتی تکنیکوں سے مختلف رنگ بکھیرے ہیں۔ اسلوبیاتی تکنیک کے استعمال سے جذبات و کیفیات کو مزاحیہ انداز میں بیان کیا ہے۔ مزاح نگاروں نے اپنی مزاحیہ نثر میں انسانی نفسیات کو بھی شامل کیا ہے نیز مزاح نگاروں نے عام واقعات کو تکنیکی ہتھیاروں سے کیف و سرمستی کا سرمایہ بنایا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ طاہر تونسوی، ڈاکٹر، طنز و مزاح۔ تاریخ و تنقید، انصاری مارکیٹ دہلی، ۱۹۸۶، ص ۷

۲۔ اقرار حسین شیخ، عقل بڑی کہ بیوی؟، بار دوم، راولپنڈی، دی بکس، ۲۰۱۹، ص ۱۰

۳۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، اردو ادب میں طنز و مزاح، مکتب عالیہ، چھٹا ایڈیشن ۱۹۹۳، ص ۲۱۸

۴۔ اقرار حسین شیخ، عقل بڑی کہ بیوی؟، ص ۱۲

۵۔ خواجہ عبد الغفور، ڈاکٹر، طنز و مزاح کا تنقیدی جائزہ،، ماڈرن پبلشر ہاؤس نو گوالا مارکیٹ د ریا گنج روڈ نئی دہلی، ص ۵۵

۶۔ اقرار حسین شیخ، عقل بڑی کہ بیوی؟، ص ۱۴

۷۔ خواجہ عبد الغفور، ڈاکٹر، طنز و مزاح کا تنقیدی جائزہ، ص ۶۰

۸۔ گل نوخیز اختر، مزاح نگار، شرارتی، مکتبہ القریش، لاہور۔ ۲۰۰۱ ص ۶۴

۹۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر تاریخ"، تیسواں ایڈیشن، سنگ میل پبلشر لاہور، ۲۰۱۳، ص ۶۶۲

۱۰۔ اقرار حسین شیخ، عقل بڑی کہ بیوی؟، ص ۱۴۰

۱۱۔ خواجہ عبد الغفور، ڈاکٹر، طنز و مزاح کا تنقیدی جائزہ، ص ۱۴۸

۱۲۔ اقرار حسین شیخ، مجھے اسلام آباد سے بچاؤ، ص ۱۱۵

۱۳۔ اشفاق احمد ورک، ڈاکٹر، اُردو نثر میں طنز و مزاح، فرسٹ فلور، الحمد مارکیٹ اُردو بازار لاہور، ص ۴۳

۱۴۔ اقرار حسین شیخ، مجھے اسلام آباد سے بچاؤ، ص ۵۹

۱۵۔ اشفاق احمد ورک، ڈاکٹر، اُردو نثر میں طنز و مزاح، ص ۳۵

۱۶۔ گل نوخیز اختر، مزاح نگار، شرارتی، ص ۶۶

۱۷۔ خواجہ عبد الغفور، ڈاکٹر، طنز و مزاح کا تنقیدی جائزہ، ص ۱۵۰

۱۸۔ مشتاق احمد یوسفی، چراغ تلے، بائیسویں بار اشاعت، مکتب دانیال پاکستان پبلشنگ ہاؤس، کراچی، ۲۰۲۱، ص ۱۰۶

۱۹۔ گل نوخیز اختر، مزاح نگار، شرارتی، ص ۶۶

۲۰۔ اشفاق احمد ورک،ڈاکٹر،اُردو نثر میں طنز و مزاح، ص ۳۷
۲۱۔ اقرار حسین شیخ، مجھے اسلام آباد سے بچاؤ، ص ۱۹۳
۲۲۔ خواجہ عبد الغفور،ڈاکٹر، طنز و مزاح کا تنقیدی جائزہ، ص ۱۴۹
۲۳۔ اقرار حسین شیخ، مجھے اسلام آباد سے بچاؤ، ص ۱۴۱
۲۴۔ خواجہ عبد الغفور،ڈاکٹر، طنز و مزاح کا تنقیدی جائزہ، ص ۴۴
۲۵۔ گل نوخیز اختر، مزاح نگار، شرارتی، ص ۱۰۹
۲۶۔ سلیم اختر،ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر تاریخ، ص ۶۶۸
۲۷۔ اشفاق احمد ورک،ڈاکٹر،اُردو نثر میں طنز و مزاح، ص ۳۱
۲۸۔ اقرار حسین شیخ، عقل بڑی کہ بیوی؟، ص ۱۴۵
۲۹۔ خواجہ عبد الغفور،ڈاکٹر، طنز و مزاح کا تنقیدی جائزہ، ص ۴۷
۳۰۔ اقرار حسین شیخ، عقل بڑی کہ بیوی؟، ص ۱۱۲
۳۱۔ وزیر آغا،ڈاکٹر، اردو ادب میں طنز و مزاح، ص ۲۴
۳۲۔ خواجہ عبد الغفور،ڈاکٹر، طنز و مزاح کا تنقیدی جائزہ، ص ۶۸
۳۳۔ گل نوخیز اختر، مزاح نگار، نسخہ ھائے مزاح ، ص ۸۹
۳۴۔ خواجہ عبد الغفور،ڈاکٹر، طنز و مزاح کا تنقیدی جائزہ، ص ۱۵۲
۳۵۔ گل نوخیز اختر، مزاح نگار، نسخہ ھائے مزاح، ص ۸۲
۳۶۔ خواجہ عبد الغفور،ڈاکٹر، طنز و مزاح کا تنقیدی جائزہ، ص ۱۵۵
۳۷۔ اقرار حسین شیخ، مجھے اسلام آباد سے بچاؤ، ص ۱۲۶
۳۸۔ اشفاق احمد ورک،ڈاکٹر،اُردو نثر میں طنز و مزاح، ص ۴۱
۳۹۔ انیس اشفاق،ڈاکٹر، اردو غزل میں علامت نگاری، اتر پردیش اردو اکادمی۔ پہلا ایڈیشن، ۱۹۹۵ء ص ۲۳
۴۰۔ گل نوخیز اختر، مزاح نگار، نسخہ ھائے مزاح، ص ۲۶۴
۴۱۔ انیس اشفاق،ڈاکٹر، اردو غزل میں علامت نگاری، ص ۲۹-۳۰

۴۲۔ گل نوخیز اختر، مزاح نگار، نسخہ ھائے مزاح ، ص۶۹

۴۳۔ خواجہ عبدالغفور، ڈاکٹر، طنز و مزاح کا تنقیدی جائزہ، ص۱۵۹

۴۴۔ اقرار حسین شیخ، عقل بڑی کہ بیوی؟، ص۱۸

۴۵۔ خواجہ عبدالغفور، ڈاکٹر، طنز و مزاح کا تنقیدی جائزہ، ص۱۲۰

۴۶۔ گل نوخیز اختر، مزاح نگار، نسخہ ھائے مزاح ، ص۲۷۶

۴۷۔ خواجہ عبدالغفور، ڈاکٹر، طنز و مزاح کا تنقیدی جائزہ، ص۱۴۷

۴۸۔ گل نوخیز اختر، مزاح نگار، نسخہ ھائے مزاح، ص۲۷۶

باب چہارم:

مجموعی جائزہ، تحقیقی نتائج، سفارشات

الف۔ مجموعی جائزہ

لفظ مزاح اور مزاح نگاری ایک آفاقی موضوع ہے۔ مزاح ایک اسلوب اور رجحان ہے۔ مزاح نگاری ایک کٹھن راہ ہے۔ سب سے مزے کی بات یہ کہ مزاح اردو ادب کی تمام نثر اور نظم کے اصناف میں سمو سکتا ہے۔ مزاح کی وسعت کا اندازہ اردو گرامر کے خوب عمل دخل سے ہوتا ہے مثلاً اس ایک عنوان میں تشبیہ، استعارہ، محاورات، ضرب الامثال، واحد / جمع، تذکیر و تانیث، الفاظ متضاد، متشابہ الفاظ، سابقے / لاحقے، رموزِ اوقاف قابلِ ذکر ہیں۔ میں نے دورانِ تحقیق مزاح کو قبیلہ اور ایک جسم کی طرح پایا ہے۔ جس طرح جسم کا نظام ہر دوسرے نظام و اعضاء کے ساتھ مل کر اپنا کام سرانجام دیتا ہے، بالکل اسی طرح مزاح کا ہر حربہ دوسرے حربے کے ساتھ مزین ہے۔ اور یوں یہ تکنیکی صورتیں ایک قبیلے کی حیثیت رکھتی ہیں۔ کسی ایک کے بغیر مزاح کی عمارت نامکمل و ادھوری ہے۔

اردو نثر کے تحقیقی جائزے سے اندازہ ہوا کہ طنز و مزاح کا آغاز "اودھ پنچ" اخبار سے ہوتا ہے۔ یہ پہلا اخبار تھا جس کے ذریعے طنز و مزاح کو فروغ ملا۔ اور جس کا مقصد صرف دل بہلانا تھا۔ آہستہ آہستہ طنز و مزاح میں مختلف طریقے و حربے استعمال کیے گئے ہیں۔

باب اوّل میں مزاح کی تعریف اور اقسام کے دورانِ تحقیق یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ مزاح اور طنز الگ نہیں ہیں بلکہ مزاح اور مذاق دونوں ایک ہیں عرف عام میں ایک لفظ ہمیں "مذاخ" کی صورت میں سننے کو ملتا ہے جو دراصل "مذاق" ہی کی بگڑی ہوئی شکل ہے نیز ڈاکٹر راؤف پاریکھ نے بھی اپنی تحقیق کتاب کے اوراق میں مزاح نویسی پر بات کرتے ہوئے کچھ یوں روشنی ڈالی ہے کہ "طنز" کو مزاح ہی کی ایک قسم ہی سمجھا جائے کیوں کہ مزاح سے مراد مزاح اور طنز دونوں ہیں طنز دراصل مزاح ہی کی ایک قسم ہے اور ہمارے ہاں اردو ادب میں طنزیہ اور مزاحیہ کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ اردو میں اب مزاحیہ ادب کے لیے طنز و مزاح کی ترکیب زور پکڑ چکی ہے۔ پس بذریعہ تحقیقی مطالعہ سے معلوم ہوا کہ طنز و مزاح ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں۔ ان کا ایک دوسرے سے الگ وجود ہو ہی نہیں سکتا کیوں کہ خالص مزاح صرف ہنسی کا موجب بنتا ہے اور یہ ہنسی کے فوارے ہی بکھیر سکتا ہے۔ اس بحث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مزاح کے

ساتھ طنز کا نشتر تحریر کو تعمیری قدروں سے ہم آہنگ کرتا ہے اسی نقطہ سے متعلق پروفیسر احتشام حسین نے بھی مزاح کے حق میں دلائل دیے ہیں کہ "طنز و مزاح ایک دوسرے کے مترادف ہوتے ہیں اور ان کی تہیں ایک دوسرے اس طرح جڑی ہوتی ہیں کہ ایک کی کھال اتارنے کی کوشش میں دوسرے کی جلد خود بخود واضح ہو جاتی ہے"۔

باب دوم میں مصنفین کے مختصر تعارف اور منتخب مزاح نگاروں کی تحریروں میں واقعاتی اور کرداری مزاح کی تکنیکوں کا اطلاق بھی کیا گیا ہے، یوں بذریعہ تحقیق منتخب مزاح نگاری سے متعلق یہ کہنا بجا ہے کہ تکنیکی صورتوں کے لحاظ سے معاصر مزاحیہ تحقیقی نثر قابل ستائش ہے۔ ان معاصر مصنفین نے معاشرتی و سماج کے بیشتر موضوعات کو اپنی تخلیقات کا موضوع بنایا ہے۔ انہوں نے حقیقت سے آنکھیں ملائی ہیں۔ راست گوئی اور حق شناسی کی مستحکم روایت قائم کی ہے۔ سیاست کی ریشہ دوانیاں، رہنمایانِ قوم کے کردار، معاشرتی پیچیدگیاں، سیاسی بساط پر مکر و فریب سے چال چلتے ہوئے سماجی بے راہ روی، تعلیم اور اس کے نظام میں در آنے والی خرابیاں، معاشی بدحالی، بھوک، بے روزگاری، روزمرہ کے گلے شکوے، آمد و رفت کے وسائل، اہل زبان کے مسائل کے علاوہ ادب اور اس کی خامیاں و کجیاں، اساتذہ و طلباء، مذہبی و خانگی مسائل کو مزاحیہ واقعاتی اور کرداری تکنیکوں میں برت کر مزاح نگاروں نے اپنی بیداری، دوربینی اور ژرف نگاہی کا ثبوت دیا اور ہنسی ہنسی میں روحانی و جسمانی زندگی کی خامیوں اور کمیوں پر مزاح کے تیر برسائے ہیں۔

منتخب مزاحیہ نثر کا امتیازی وصف اس کی سنجیدگی اور ظرافت کا حسین امتزاج ہے۔ اس میں کہیں قاری کھل کھلا کر نہ بھی ہنسے مگر ایک تبسم زیرِلب سے زندگی کی ناہمواریوں کو قبول کر لیتا ہے یعنی بذریعہ تکنیک مزاحیہ نثر دھیمے تبسم کی رفاقت سے پیش کی ہے۔ مزاحیہ نثر میں طنز کی چاشنی بھی ملتی ہے۔ مزاح نگاروں نے اپنی مزاحیہ نثر میں طنز کو مختلف دائروں سے دکھایا ہے، جیسے کسی حوض کی شفاف سطح پر ایک کنکر کے ارتعاش سے دائرے نمودار ہوتے اور حلقے در حلقے بڑھتے اور پھیلتے جائیں، چنانچہ مزاح نگاروں نے طنز کا نشانہ اپنے ہی معاشرے کے لوگوں کو بنایا ہے تجزیاتی مطالعہ سے معلوم ہوا کہ مصنفین نے کہنے کی باتیں کسی کھردرے پن یا نصیحت آموز انداز سے پیش نہیں کیں بلکہ بڑے پیار سے اپنے پُر شفقت ہاتھ قارئین کے شانوں پر رکھ دیے ہیں، گویا قاری ان خوبصورت الفاظ میں لپٹے ہوئے طنز کے زہر آلود تیر کی چبھن کو بڑی شدت سے محسوس کے باوجود اصلاح کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ یہ مصنفین انسان کی عالمگیر کمیوں و کمزوریوں سے بھی لاتعلق نہیں رہتے اور ان مصنفین کی بھرتی گئی تکنیکی صورتوں کا یہ کمال ہے کہ وہ ایک لمحہ تو بلند، بانگ الفاظ اور پرجوش انداز تکلم سے

قارئین کے احساسات کو اپنی گرفت میں لے لینے کی کوشش کرتے ہیں اور دوسرے ہی لمحے اپنے ترکش سے مزاح کا ایک ایسا خندہء آور تیر نکالتے ہیں جو دل کی گہرائیوں تک اتر جاتا ہے اور اس کی خلش ایک تبسم بن کر ہونٹوں پر پھیل جاتی ہے۔

منتخب مزاحیہ نثر کو پڑھنے والا خیالات کی ندرت، روح کی تازگی اور الفاظ کا صحیح استعمال، ذہنی رفت اور وسیع تر انداز نظر سے بھی فیض یاب ہوتا ہے۔ اصل میں سنجیدہ ادب کی طرح مزاحیہ نثر میں بھی فنکارانہ پیشکش ضروری ہے اگر اس میں خالق سے خلوص، تخیل اور جدت شامل نہ ہو تو یہ مزاحیہ تحریریں ادب کے صحیح معیار سے نیچے گر جاتیں اور یوں یہ ہنسی یا تبسم کو تحریک دینے میں کامیاب نہیں ہوتیں۔

منتخب مزاح نگاروں نے اپنی شعوری کوشش و کاوش کے ذریعے مزاح کی تکنیکی صورتوں سے وہ گہرائی اور لطافت پیدا کی ہے جو ایک مذاق کا طرہء امتیاز ہے۔ مزاح نگاروں نے مزاحیہ خاکے اور کردار پر ایک خاص قسم کی نظریں مرکوز کی ہیں جو ہمارے ارد گرد کے ماحول و تقریباً ہر طبقہ کے اندر موجود ہوتے ہیں ان کرداروں کی بدحواسیاں ان کو سب سے ممتاز و منفرد بنا دیتی ہیں کہ وہ اپنے حلقے کے لئے خوش طبعی کا نشان بن جاتے ہیں چنانچہ ان مزاح نگاروں کو جہاں کہیں کوئی ایسا لڑکھڑاتا ہوا کردار نظر آیا انھوں اسے مزاح کا حصہ بنالیا ہے، علاوہ ازیں مزاح نگاروں نے اپنی شعوری کوشش سے بھی "ولایت بابو، ڈاکٹر ائن، مرزا صاحب ، قلفی والا" جیسے مزاحیہ کردار تخلیق کیے ہیں جن کی حرکات و سکنات سے مصنفین نے اصلاحی پہلو نمایاں کرنے کی کوشش کی ہے۔

مطالعہ کے بعد معلوم ہوا منتخب مزاح نگاروں کی نظر معاشرے کی ایسی ناہمواریوں تک جا پہنچتی ہے، جن تک ایک سطحی سوچ رکھنے والا شخص نہیں پہنچ سکتا۔ ان مذکورہ مصنفین نے انہیں نشانہ ء تمسخر بنا کر حقارت کی نظروں سے نہیں دیکھا بلکہ انہوں نے معاشرتی نقص کو اپنی جاذب النظری سے مزاحیہ و خوش طبع بنا کر امید کا دیا جلایا ہے۔ مزاحیہ مصنفین کے مزاحیہ کرداروں، خاکے اور صورتِ واقعہ میں جھلکتی ظرافت کی اہمیت ایک لطیف احساس کے ساتھ نمکین و شوخی جیسی ہے جو نہ تو اتنی مدھم ہے کہ نظر ہی نہ آسکے اور نہ اتنی نمایاں ہے کہ خندہ ء دندان نما میں تبدیل ہو سکے۔

باب سوم میں منتخب مزاح نگاروں کی تحریروں میں زبان کی سطح پر استعمال ہونے والی تکنیکوں میں رعایت لفظی، موازنہ، لطیفہ گوئی، تشبیہ و استعارہ اور کم بیانی / رمز کی چھان بین کی گئی ہے۔ جس سے یہ چیز مشاہدے میں

آئی ہے کہ منتخب مزاحیہ نثر کی قابلِ ستائش ہونے کے علاوہ قابلِ تفہم بھی ہے۔ جانچا گیا کہ مزاحیہ تحریر میں تشبیہ واستعارہ، لطیفہ گوئی، رمز، سوال جواب، حاضر جوابی اور تضادو موازنہ سے خندہ آوری کو بلند کرنے کے علاوہ الفاظ اور جملوں کو مزاحیہ رنگ میں پیش کیا ہے۔ یہ مزاحیہ تحریریں شگفتہ تبسم و مسکراہٹ کا گلدستہ معلوم ہوتی ہیں۔ جو انسانی دل و دماغ کو تسلسل کے ساتھ سرور کے سُر میں مست رکھتی ہیں، جس سے خود بخود ہونٹوں پر بے اختیار تبسم بکھر تا چلتا چلا جاتا ہے یوں انسان خود کو ترو تازہ محسوس کرنے لگتا ہے۔

یہ مزاحیہ نثر ایک خاص اسلوب کا سہارا لیے ہوئے نظر آئی ہے۔ بیشتر تحریروں میں رعایت لفظی، تصرف، تحریف، محاورہ اور انگریزی الفاظ کی آمیزش نظر آئی ہے اور یہ حربے ان کی طنز و مزاح کے نمود میں معاون ثابت ہوئے ہیں۔

تجزیاتی مطالعہ سے معلوم ہوا؛ طنز و مزاح اصل میں زندگی کی ایک دلچسپ حقیقتیں ہیں جو ہر ایک کو کہیں نہ کہیں مختلف اوقات میں درپیش آتی ہیں اور جن سے ہم اکثر اوقات کچھ نہ کچھ سیکھتے ہیں کبھی ہم بظاہر ہنسی مذاق سے لطف اندوز ہوتے ہیں یعنی سیکھنے سکھانے کا عمل زندگی میں پیش آنے والی تمام حقیقتوں سے کیا جاسکتا ہے، مثلا راہ چلتے کو گرتا دیکھ کر بے اختیار ہنسی آجاتی ہے۔ اس وقت اگر اپنے آپ پر قابو پالیا جائے، تو اس طرح صورتحال سے نمٹنا سیکھتے ہیں۔ اسی طرح بعض اوقات اگر ہم کوئی لطیفہ، چٹکلہ سن کر بے ساختہ ہنستے ہیں تو ان تمام افعال و محرکات سے ہمارے اعصاب، جذبات پر اچھا اثر پڑتا ہے۔ کسی مزاحیہ جملہ کو سن کر خندہء آوری کی نوعیت بھی الگ وجدا ہوتی ہے ۔

جذبات سے جڑی ہماری انمول زیست اصل میں خوشی اور دکھ کا ایک لامتنائی سلسلہ ہے۔ لہذا زندگی میں ملنے والے تلخ رویے وپریشانیوں میں سے چند لمحے ہنسی، مزاح اور دل لگی کے لیے نقد یا اُدھار لینے پڑتے ہیں، تاکہ زندگی پر چھایا جمود کو کم کیا جاسکے۔ ان طنز و مزاح لکھنے والوں کا یہی تو کارنامہ ہے کہ انھوں نے سماج میں پائے جانے والے ٹڑھے پن کو ہمارے سامنے خوشگوار بنا کر پیش کیا ہے۔ اصل میں ان کا مطمع نظر ان ناہمواریوں کو درست کرنا ہے۔ اس لیے کبھی مزاح، کبھی طنز کے پردے میں حقائق کو طشت ازبام کیا ہے ان مزاح نگار نے ان حقائق کو اپنے اردگرد کے ماحول سے چن کر پیش کیا ہے۔ یہ معاشرے کے لیے تفریح کا سماں ہونے کے ساتھ ساتھ سبق آموز بھی ہوتے ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ مزاح کی غرض سے خندہ طلب مواد یا خندہ آور نثر لکھنا ایک انتہائی مشکل و محنت طلب کام یعنی یہ ریاضت، سخت کوشش، جان فشانی اور تن دہی کے مترادف ہے۔ جس کا ادرک مجھے بحیثیت اسکالر ایک سیمینار (جو کہ اکادمی ادبیات کے زیر اہتمام ہوا تھا) میں شرکت کرنے کے بعد ہوا۔

جس کا عنوان تھا۔ "مزاح: صنف، موضوع کا اسلوب"؛ "ادبی مزاح کس قدر سنجیدہ ہوتا ہے؟
اس میں ڈاکٹر فاخرہ نورین نے واضح کیا کہ مزاح ایک مشقت طلب کے علاوہ یہ واقعی انتہائی سنجیدہ کام ہے، بالکل اسی طرح جس طرح شکاری اپنے شکار کے لیے نشانے کی غرض سے پہلے خود کو تیار کرتا ہے۔ پھر ہتھیار اٹھا کر نشانہ باندھتا ہے۔ اس سب کاروائی کے دوران شکاری کی ذراسی غلطی یا لاپرواہی نشانے کو خطا بھی کر سکتی ہے۔ یوں تحقیق سے معلوم ہوا خندہ رو یا خندہ آور نثر لکھنا دانتوں پسینہ آنے کے مترادف ہے۔
مجموعی طور پر منتخب چاروں مزاحیہ کتب میں مزاح کی تکنیکی صورتیں بھرپور انداز میں دکھائی دیتی ہیں۔

ب۔ نتائج

اس تحقیق کے نتائج درج ذیل ہیں۔

ا۔ منتخب مزاح نگاروں کی مزاحیہ نثر میں مختلف مزاحیہ صورتوں کی بذریعہ واقعاتی تکنیک اور کرداری مزاح نگاری کے ذریعے عکاسی کی گئی ہے۔ جن میں معاشرے کے چیدہ چیدہ مسائل کو بخوبی مزاحیہ الفاظ کی آمیزش کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ مزاحیہ و مضحکہ کردار اظہار کا بہترین ذریعہ ہیں۔ یہ کردار باعث مزاح ہونے کے علاوہ انفرادی و اجتماعی زندگی کے بعض ناہموار گوشوں اور لامتناہی کونوں پر ہنسنے کا کام کر رہے ہیں۔

۲۔ منتخب معاصر گل نوخیز اختر کی تحریر میں شہر لاہور و میانوالی سے متعلقہ مزاحیہ جھلک کو متعارف کروانے کے لیے مزاحیہ کردار، مزاحیہ خاکے و صورتِ واقعہ، تقلیبِ خندہ آوری، پیروڈی جیسی مزاحیہ تکنیکوں کو استعمال کیا گیا ہے۔

۳۔ اقرار حسین شیخ کی تحریر میں اسلام آباد کے گردونواح کے علاوہ ادب سے متعلقہ شخصیت کے مسائل کو مزاحیہ رنگ بھرنے کے لیے بطور خاص مزاحیہ خاکہ کو تکنیکی صورت میں اپنایا گیا ہے۔

۴۔ دونوں مزاح نگاروں کی مزاحیہ نثر میں جو صورتحال نظر آتی ہے اس میں اِن کے ہاں تمام معاشرتی، مذہبی، سماجی معاشی اور ثقافتی موضوعات کا تنوع زبان کی سطح پر بھی ملتا ہے مثلاً رعایت لفظی، موازنہ اور تضاد، لطیفہ گوئی، تشبیہ و استعارہ، رمز و کم گویائی اور علامت کو اس مزاحیہ نثر میں بخوبی مزاح کی تکنیکی صورتوں و ہتھیار سے مزین کیا گیا ہے۔

۵۔ مزاحیہ ادب با قاعدہ اسلوب و تکنیک کے ساتھ لکھا جاتا ہے جس کا عمومی و خصوصی مقصد اصلاح بذریعہ مزاح ہوتا ہے۔

ج۔ سفارشات

حاصل شدہ نتائج کی روشنی میں آئندہ تحقیق کے لئے درج ذیل سفارشات پیش ہیں۔

ا۔ منتخب مزاح نگاروں کی مزاحیہ نثر کا تقابل کیا جانا چاہیے۔

۲۔ مزاح کار گل نوخیز اختر کی ٹی وی کے لیے لکھے گئے مزاحیہ پر اگراموں کا تجزیہ کیا جا سکتا ہے۔

۳۔ مزاح نگار گل نوخیز اختر کے اخبارات میں لکھے جانے والے کالم کا تنقیدی مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

۴۔ مزاح نگار اقرار الحسین شیخ کی ادب برائے اطفال پر مشتمل کتب کا فنی و فکری جائزہ لیا جانا چاہیے۔

۵۔ منتخب مزاح نگاروں کی دیگر مزاحیہ تصانیف کا فنی و فکری مطالعہ کیا جانا چاہیے۔

کتابیات

بنیادی مآخذ

اقرار حسین شیخ، عقل بڑی کہ بیوی، دی بکس لائبریری ڈویلپر راولپنڈی ۲۰۰۰ء

اقرار حسین شیخ، مجھے اسلام آباد سے بچاؤ، دی بکس لائبریری ڈویلپر راولپنڈی ۲۰۰۰ء

گلِ نوخیز اختر، شرارتی، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۲ء

گلِ نوخیز اختر، نسخہ ہائے مزاح، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۲ء

ثانوی مآخذ

اشفاق احمد، ڈاکٹر، اردو نثر میں طنز و مزاح، کتاب سرائے پبلشرز لاہور، ۲۰۱۴ء

انور احمد علوی، مرتب، بذلہ سنجانِ دوعالم، رنگِ ادب پبلی کیشنز، کراچی، ۲۰۱۵ء

انور سدید، ڈاکٹر، اردو ادب کی تحریکیں، انجمنِ ترقی اردو پاکستان کراچی، اشاعت ہشتم، ۲۰۱۳ء

انیس اشفاق، ڈاکٹر، اردو غزل میں علامت نگاری، اردو اکادمی، ۱۹۹۵ء

بشیر سیفی، ڈاکٹر، خاکہ نگاری (فن و تنقید)، نذیر سنز پبلشرز لاہور، ۲۰۱۳ء

خالد محمود، ڈاکٹر، اردو ادب میں طنز و مزاح کی روایات، اکادمی اسلام آباد، ۲۰۰۰ء

خواجہ عبد الغفور، طنز و مزاح کا تنقیدی جائزہ، بیوناوسٹا۔ فورشور روڈ بمبئی، ۲۰۰۳

راؤف پاریکھ، ڈاکٹر، اردو نثر میں طنز و مزاح نگاری کا سیاسی و سماجی پسِ منظر، انجمنِ ترقیءاُردو، کراچی، ۱۹۹۶ء

سلیم اختر، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ، تیسواں ایڈیشن، سنگیل میل پبلشنر لاہور، ۲۰۱۳ء

سید احمد شاہ پطرس بخاری، مضامین پطرس، گوہر پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۱۶ء

شمع افروز زیدی، ڈاکٹر، اردو ناول میں طنز و مزاح، اردو اکادمی دہلی، ۱۹۸۷ء

طاہر تونسوی، ڈاکٹر، طنز و مزاح تاریخ تنقید، انصاری مارکیٹ، نئی دہلی، ۱۹۸۶ء

فوزیہ چودھری، ڈاکٹر، اردو کی مزاحیہ صحافت، سنگیل میل پبلشنر لاہور، ۲۰۰۰ء

قمر رئیس، ڈاکٹر، اردو ادب میں طنز و مزاح کی رویات، اردو اکادمی دہلی علی روڈ نئی دہلی، ۱۹۸۶ء

مظہر احمد،ڈاکٹر،اُردو کے مزاحیہ افسانے،ایم۔ آر پبلی کیشنز دہلی،۲۰۰۹ء
مظہر احمد،؛داکٹر،اردو کے مزاحیہ افسانے،ایم۔ آر پبلی کیشنز دہلی،۲۰۰۹ء
نامی انصاری،، بیسوی صدی میں طنز و مزاح، گولامارکیٹ۔ دریاگنج، نئی دہلی،۲۰۰۸ ء
نامی انصاری، آزادی کے بعد اردو نثر میں طنز و مزاح،معیار پبلی کیشنز۔ دہلی،، ۱۹۹۸ء
وزیر آغا،ڈاکٹر،اردو ادب میں طنز و مزاح، مکتب عالیہ، چھٹا ایڈیشن ۱۹۹۳ء
وزیر آغا،ڈاکٹر،اُردو ادب میں طنزح و مزاح کی رویات،اردو بازار لاہور، ۱۹۹۶ء
وزیر آغا،ڈاکٹر، چہک اُٹھی لفظوں کی چھاگل، مکتبہ فکروخیال،لاہور،۱۹۹۱ء

لغات

اظہر اللّغات جامع اردو، مرتبہ: الحاج محمد امین بھٹی، اظہر پبلشرز،لاہور
شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز لاہور، اشاعت ہفتم، ۱۹۸۱ء
فیروز اللغات اُردو، جامع نیا اِڈیشن، فروز سنز اُردو بازار،لاہور،۲۰۱۳ء
تلفظ درست کیجیے، مکتبہ اعلیٰ حضرت،لاہور،۲۰۰۱ء

سیمینار

موضوع: "مزاح: صنف، موضوع کا اسلوب"؛ ادبی مزاح کس قدر سنجیدہ ہوتا ہے؟
شخصیات: ڈاکٹر فاخرہ نورین، ڈاکٹر الیاس بابر اعوان، ڈاکٹر ادریس آزاد
اردو ادارہ اکادمی ادبیات، اسلام آباد، ۱۵-۱۲-۲۰۲۳، جمعرات، سہ پہر ۳:۳۰

ویب گاہیں

https://ur.m.wikipedia.org/wiki/ Retrieved on 27 Oct, 2024 : 1.39 pm.
http//:www.rekta.org Retrieved on 29 Dec,2024 at 9.40 pm
http://www.dictionary.cambridge.org/literature/ Retrieved on 17 sep,2023: 4.37 pm
http:// udb.gov.pk Retrieved on 8 Jun,2023 : 8.29 am.
jang.com.pk Retrieved on 25 Feb,2023 : 10 .00 pm.
urdu.blogspot.com Retrieved on 9 Jan,2025 : 8.36 pm.